ماہنامہ شریعت

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

جلد 8 دسمبر 2019ء بمطابق ربیع الثانی 1441ھ ق شمارہ 10

اگر امریکہ مذاکرات سے فرار اختیار کرتا ہے تو نتیجہ کیا ہو گا؟

انسانی حقوق کا عالمی دن یا یوم ماتم

ایک ماہ میں سو بجو

ایک تصویر ایک پیغام

امریکہ اپنی ساکھ سنبھالے

الفتح آپریشن: حالیہ تین بڑی فتوحات

کیمونسٹ اور سیکولرز سے چند سوالات

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی هریرة قال، قال رسول اللہﷺ لا یتمنی احدکم الموت و لا یدع به من قبل ان یأتیه انه اذا مات انقطع عمله و انه لایزید المؤمن عمره الا خیرا . (رواه مسلم)

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تم میں سے کوئی اپنی موت کی تمنا نہ کرے، نہ جلدی موت آنے کے لیے اللہ سے دعا کرے، کیوں کہ جب موت آجائے گی تو عمل کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا) اور اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے والا کوئی عمل بندہ نہیں کرسکے گا، جو عمل بھی کیا جاسکتا ہے جیتے جی کیا جاسکتا ہے (اور بندۂ مومن کی عمر تو اس کے لیے خیر ہی میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ ہے۔) اس لیے موت کی تمنا اور دعا کرنا بڑی غلطی ہے) (صحیح مسلم)

فرمان امیرالمؤمنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ اپنے موقف کے مطابق افغانستان کو ایک ایسا پُرامن خطہ بنائے گی، جو کسی بھی طرح سے بیرونی دخل اندازی سے پاک ہوگا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کوئی افغانستان کی خودمختاری کو نقصان نہ پہنچائے۔ یہ امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ افغانستان سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ امارت اسلامیہ دنیا اور خاص کر خطے کے ممالک سے مثبت تعلقات پر یقین رکھتی ہے۔ امارت اسلامیہ ہمسائیہ ممالک کے ساتھ برابری کے اصولوں کی پابند ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۸/ دسمبر ۲۰۱۹/ ربیع الثانی ۱۴۴۱/ شمارہ ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

اگر امریکہ مذاکرات سے فرار اختیار کرتا ہے تو نتیجہ کیا ہوگا؟	2
نام نہاد صدارتی الیکشن، جان بس اور امارت اسلامیہ کا موقف	3
الفتح آپریشن: حالیہ تین بڑی فتوحات	5
جہاد کی فرضیت اور افرادی قوت کا تناسب	7
خوارج کی نشاۃ ثانیہ! محرکات اور وجوہات	8
بھارتی مسلمانوں کا مستقبل	10
واشنگٹن پوسٹ نے معلومات کیوں افشا کیں؟	12
انسانی حقوق کا عالمی دن یا یوم ماتم	13
بگرام حملے کا پیغام	16
کمیونسٹ اور سیکولرز سے چند سوالات	17
اشرف غنی جنگ کے حامی	18
ہندوستانی جمہوریت اور ہندوستانی عدالتیں	19
19 سالہ جنگ کی خفیہ دستاویزات	22
اٹھارہ برس قبل کا اکتوبر	23
امریکی عوام بیدار ہوں	25
امریکا انخلا کی اہمیت سمجھے	26
ایک ماہ میں 1100 بم	27
افغانستان پر جارحیت بند کی جائے	28
امریکا اپنی ساکھ سنبھالے	29
جنگی جرائم میں ملوث کابل انتظامیہ	30
داعش کا فنا ہوتا منصوبہ	31
کافر فوج سے جنگ کا معاملہ	32
داعش کی تنظیم نو	33
2019ء کی فتوحات کا جائزہ	34
طالبان کے آخری دن	36
مظالم کا ریکارڈ رکھا جائے	37
ہمارے دعوے، جو سچ ثابت ہوئے	38
ایک تصویر کا پیغام	39
جنگی جرائم نومبر 2019	40
افغانستان نومبر 2019 میں	42

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

اگرامریکہ مذاکرات سے فراراختیار کرتاہے تونتیجہ کیاہوگا؟

محترم قارئین کے علم میں ہوگا کہ ٹرمپ کی ٹویٹ کے بعدرکے ہوئے مذکرات کوامریکہ نے دوبارہ شروع کردیاہے لیکن اس بارامریکیوں کی جانب سے مذاکرات میں وہ گرمجوشی دکھائی نہیں دے رہی جوپہلے دکھائی دیتی تھی۔

ناکامی ایک ایسی بری چیز ہے جس سے ہرملک، قوم اور فردخود کوبچانے کی کوشش کرتاہے، امریکہ جودنیاکی سب سے بڑی مادی طاقت ہے اور افغانستان میں جاری لڑائی امریکہ کی تاریخ میں جانی ومالی نقصانات سے بھرپور سب سے بڑی اور طویل لڑائی بن چکی ہے توظاہر ہے امریکہ اس لڑائی کواس طرح سے پایہ تکمیل تک پہنچاناچاہے گاکہ امریکی شکست خوردہ اور طالبان کوفاتح نہ سمجھاجائے۔

مذاکرات شروع ہونے سے پہلے اور ابتدائی دنوں میں شائد امریکہ یہ سمجھ رہاتھاکہ وہ بڑی اسانی کے ساتھ مذاکرات کی میزپر طالبان سے میدان جیت جائے گااوران سے اپنی مرضی کے شرائط منوانے میں کامیابی حاصل کرلے گالیکن جب امریکہ نے مذاکرات کے میدان میں طالبان رہنماوں اور نمائندگان کی استعداددیکھ لی اوراس بات کایقین ہوگیاکہ طالبان اپنے اہداف سے ذرہ بھرپیچھے ہٹنے والے نہیں توجان گئے کہ طالبان سے متعلق ان کی رائے اور سوچ غلط تھی۔

امریکہ کواس بات کایقین ہوگیاہے کہ مذاکرات کے میدان میں بھی جیت ان کی قسمت میں نہیں اس لئے ان کی پرانی امیدیں کم ہونے لگیں۔ لیکن امریکی یہ بات بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اس ملک میں جنگ جیتنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔

امریکی دفاعی امور کے مشیر ڈانیل ڈیویس نے اپنے تازہ بیانات میں کہاہے کہ ہم افغان جنگ جیت نہیں سکتے، اب وقت آگیاہے کہ افغان جنگ مصالحتی طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایاجائے، مزیداس بے فائدہ جنگ میں اخراجات سے پرہیز کیاجائے اور افغانستان میں موجودفوجیوں کواپنے گھرواپس بلالیاجائے۔

ڈیویس نے مزید کہاہے کہ چاہئے تویہ تھاکہ امریکہ بہت پہلے اس جنگ کوختم کرلیاہوتالیکن اب بھی وقت ہے کہ یہاں امریکی تاریخ کی سب سے بڑی جنگ پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔

ڈیویس نے جوکہاہے یہ وہ حقیقت ہے جس سے امریکی حکومت یاامریکی عوام انکارنہیں کرسکتی اس لئے حکومت اور عوام دونوں اس جنگ سے جان چھڑاناچاہتے ہیں لیکن اس طریقے سے کہ وہ شکست خوردہ دکھائی نہ دے، اسی ہدف کے پیش نظرامریکہ دوبارہ مذاکرات کی طرف آیاہے۔

اب جب کہ امریکہ کے پاس مذاکرات کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں رہاہے اس لئے شائدوہ مذاکرات سے دستبردار نہیں ہوگالیکن بعض شرائط پیش کرنے اور کچھ بہانوں کے ذریعے مذاکرات کوطول دینے اور اس طرح سے اپنے مفادات واہداف تک رسائی اور امارت اسلامیہ کواپنے اہداف سے پیچھے ہٹنے کی ناکام کوششیں ضرور کرے گا۔

امریکہ کولوگ کس نظر دیکھتے ہیں؟انہیں شکست خوردہ سمجھتے یافاتح؟ یہ ہمارے لئے کوئی قابل ذکر بات نہیں اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیاہماری فتح اور امریکی شکست کے گن گاتی پھرے۔

وطن عزیز سے امریکی فوج کانکلنا، بیرونی قبضہ کاخاتمہ اور یہاں ایک سچاصاف عدل وانصاف پر مبنی اسلامی نظام کانفاذہی ہمارااصل ہدف ومقصدہے، ہمارایہ ہدف جس قدرآسانی اور سہولت سے حاصل ہوسکتاہے ہم اس کے حق میں ہیں، اپنے اہداف کے حصول کے لئے دشوار گذار راستوں کے انتخاب کے حق میں بالکل بھی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے جنگ بھی جاری رکھی ہوئی ہے، دشمن پرکاری ضربیں بھی لگارہے ہیں اور ساتھ ساتھ دشمن کے ساتھ مذاکرات بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ دشمن نے ہمارے خلاف سازشیں نہیں کی ہوں گی، ہم یہ دعویٰ بھی نہیں کرتے کہ گویاہم دشمن کے تمام ترناپاک عزائم سے آگاہ ہیں اور ہم نے پہلے سے ان سے نمٹنے کے لئے تدابیراختیار کرلی ہیں۔

ہم بس اتناہی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور پھرافغان ہیں۔ہم امریکی نہیں، امارت اسلامیہ ہے ٹرمپ کی حکمرانی نہیں۔

مکاری، منافقت، جھوٹ اور وعدہ خلافی ہماراشیوہ نہیں، ہماراضمیر ہمیں وہ کچھ کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتاجوکچھ امریکہ کررہاہے۔ہم آخرتک اپنے وعدوں کی پاسداری کریں گے، اپنی استطاعت کے بقدردشمن کے سازشوں کی طرف متوجہ رہیں گے اور حتی الوسع روکنے کی کوشش کریں گے۔یہی ہماری ذمہ داری ہے، نتائج اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، ہمیں اپنے رب سے بہترین نتائج کی امید ہے۔

باقی یہ بات ہرذی عقل وشعور جانتاہے کہ افغانستان میں جاری یہ جنگ مظلوم، جنگ زدہ، غریب اور مقہورافغانوں کی دلی خواہش اور شوق نہیں بلکہ یہ جنگ ان پرمسلط کی گئی ہے، افغانوں کی سرزمین پرناجائزقبضہ کرلیاگیاہے، ہزاروں کی تعداد میں افغانی،دشمن اوران کی کٹھ پتلی حکومت کی جیلوں میں بند مشقت اور سختی کی زندگی گزار رہے ہیں، آئے روزان کے گھروں پربم برسائے جاتے ہیں، راتوں کوبیرونی افواج اوران کے کاسہ لیس غلام فوجی گھروں میں گھس کرجودل میں آتاہے کرگزرتے ہیں جوانوں کوشہید کرتے ہیں یاچاہیں توپکڑکرجیل لے جاتے ہیں۔

امارت اسلامیہ نے اس وحشت وسربریت کے مقابلے میں اپنی جدوجہد اور مقدس جہاد جاری رکھے ہوئے ہے، وہ اپنے سروں کی قربانیاں دے رہیں جس سے کسی کوبھی انکارنہیں۔

ملک وملت کی آزادی، اپنے دین کادفاع، عدل وانصاف پرقائم اسلامی نظام کاقیام ونفاذ، بیرونی قبضہ سے ملک کوچھڑاناہمارے وہ اعلیٰ مقاصد ہیں جن سے ہم کبھی بھی سرموانحراف نہیں کرسکتے۔اب یہ اہداف اگرمذاکرات کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں تویہ ہمارے لئے بڑی کامیابی ہوگی اور اگرامریکہ مذاکرات سے پیچھے ہٹتاہے توہم اس مقدس جہاد کوجاری رکھیں گے اس لئے اس غلامی سے نکلنے اور اپنے اہداف کوپانے کے لئے ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔اور یہ بات امریکہ بھی خوب جانتاہے۔اب یہ امریکیوں کی مرضی ہے کہ وہ عزت سے نکلنے کاراستہ اختیار کرتے ہیں یاپھرذلت ورسوائی اور جانی ومالی نقصانات سے بھرپور راستہ کاانتخاب کرتاہے کیونکہ نکلناتوبہرحال ہے۔

نام نہاد صدارتی الیکشن، جان بس اور امارت اسلامیہ کا موقف

اکرم تاشفین

کابل میں امریکی سفیر جان بس 7 جنوری 2020 کو اپنا دور سفارت کاری مکمل کر کے جا چکے اور ان کی جگہ عارضی طور پر نئے امریکی سفیر اپنی ذمہ داریاں سنبھال چکے ہیں۔ کابل صدارتی الیکشن کے حوالے سے جان بس نے ایک نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے آخری انٹرویو میں کہا "رواں سال ہونے والے افغان صدارتی الیکشن کے حتمی نتائج میں جو امیدوار بھی اکثریتی ووٹ لے گا رائے دہندگان کی کمی کی وجہ سے اسے بہت کم لوگوں کی حمایت ہو گی۔" سفارت کار نے کہا "جو بھی حکمران بنے گا اسے بہر حال دس لاکھ سے کم ووٹ حاصل ہوں گے۔ سیاسی عمل میں یہ بہت کم مقدار ہوگی۔ اس لیے افغانستان میں ایک شخصیت کی بنیاد پر حکومت بنانے کی بجائے ایک وسیع البنیاد حکومت بننی چاہیے۔"

28 ستمبر 2019 کو افغانستان میں ہونے والے نام نہاد صدارتی الیکشن میں رائے دہندگان کی عدم شرکت نے اس کی حیثیت پر سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ ووٹرز کی تعداد میں انتہائی کمی کے ساتھ ساتھ انتخابات کا عمل انعقاد سے قبل بھی کئی طرح کے سقم کا شکار رہا۔

صدارتی الیکشن کا انعقاد 28 ستمبر 2019 کو ہوا، جس میں ابتدائی طور پر اشرف غنی (کابل انتظامیہ کے موجودہ صدر) اور عبداللہ عبداللہ (موجودہ چیف ایگزیکٹو) سمیت 18 افراد صدارتی امیدواروں کی فہرست میں شامل تھے۔ جن میں سے بعد ازاں 5 امیدوار دستبردار ہو گئے۔

اس الیکشن کا پہلا مسئلہ یہ تھا کہ یہ اپنے طبعی وقت کے چار ماہ بعد منعقد ہوئے۔ 21 مئی کو اشرف غنی کی نام نہاد صدارت کی مدت اختتام کو پہنچ رہی تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ الیکشن کا فوری انعقاد ہو جاتا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اور الیکشن 28 ستمبر کو ہوا۔ اشرف غنی نے اپنی مدت صدارت میں سپریم کورٹ کے ذریعے توسیع کروائی جسے سیاسی رہنماؤں نے مسترد کر دیا اور اسے ناجائز حکومت قرار دیا۔ اشرف غنی حکومت میں توسیع کے بعد صدارتی امیدواروں کے ان خدشات میں اضافہ ہو گیا کہ اشرف غنی اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے الیکشن پر اثر انداز ہوں گے۔ اس لیے 25 جون کو صدارتی امیدواروں کی قائم کردہ مشترکہ کونسل کا ایک بڑا جلسہ عام ہوا۔ جس میں صدارتی امیدواروں کی جانب سے یہ مطالبہ سامنے آیا کہ انتخابات کے لیے نگران حکومت لائی جائے اور اس کی نگرانی میں انتخابات ہوں۔ اشرف غنی پر عدم اعتماد کا یہ بڑا مظاہرہ تھا۔ اس جلسے میں ایک 9 نکاتی قرارداد پاس کی گئی جس میں صدارتی امیدواروں نے یہ الزام بھی عائد کیا کہ اشرف غنی انتظامیہ سیکورٹی اہلکاروں کے ذریعے لوگوں کو انتخابی مہم کے جلسوں میں شرکت سے روک رہی ہے۔

اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ پر یہ الزام بھی عائد کیا جاتا رہا کہ استقلال افغانستان کے سو سالہ جشن کے موقع پر امان اللہ خان کی یاد میں تعمیر کی جانے والی عمارت قصر دار الامان کی افتتاحی تقریب کو اشرف غنی نے اپنی ذاتی انتخابی مہم کے لیے استعمال کیا۔ سیاسی رہنماؤں کی جانب سے یہ الزام بھی عائد ہوتا رہا ہے کہ استقلال افغانستان کی صد سالہ تقریبات کو اشرف غنی در اصل اپنے ذاتی الیکشن مہم کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے خلاف الیکشن کمیشن کے شکایات سیل میں درجنوں شکایات درج کی گئیں جس میں الیکشن مہم میں سرکاری وسائل اور سرکاری اثر ورسوخ کا استعمال سمیت کئی طرح کی شکایات شامل تھیں۔

الیکشن سے ایک ہفتہ قبل امریکی سفارت خانے کے جاری کردہ ایک بیان میں بھی الیکشن کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا گیا تھا۔ سفارت خانے نے اپنے بیان میں کہا کہ انہیں خدشہ ہے کہ الیکشن میں دھاندلی کی جائے گی۔ جس پر یورپی یونین، ناٹو اور اقوام متحدہ کے آفس نے بھی امیدواروں سے مطالبہ کیا کہ وہ الیکشن کے شفاف انعقاد کو یقینی بنائیں۔

انتخابات کی شفافیت کے حوالے سے یہ دعوی کیا گیا کہ بائیو میٹرک ووٹنگ کے ذریعے اب الیکشن کا عمل شفاف ہو گا۔ الیکشن کمیشن نے الیکشن سے چار دن قبل اپنے ایک بیان میں واضح کیا تھا کہ صرف انہیں ووٹوں کی گنتی کی جائے گی جو بائیو میٹرک طریقے سے استعمال ہوں۔ کسی بھی پولنگ سٹیشن پر اگر بائیو میٹرک آلے کا استعمال نہ کیا جائے وجہ چاہے کچھ بھی ہو، اس پولنگ سٹیشنز کے ووٹوں کی گنتی نہیں کی جائے گی۔ بائیو میٹرک آلہ کے ذریعے پہلے ووٹر کے شناختی کارڈ پر موجود سٹیکر کوڈ کی تصدیق کی جائے گی۔ بعد ازاں یہ آلہ ہر ووٹر کی تصویر اور فنگر پرنٹ محفوظ کر کے ایک بار کوڈ پرنٹ کر کے دے گا جو ووٹ کی پرچی پر چسپاں کیا جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی دوبارہ ووٹ استعمال کرنے کی کوشش کرے گا تو یہ آلہ خبردار کرے گا۔ جن علاقوں میں انٹرنیٹ کی سہولت نہیں ہے وہاں بائیو میٹرک مشینیں آف لائن بھی کام کریں گی اور نیٹ سے متصل ہوتے ہی محفوظ طریقے سے اپنے نتائج مرکز تک پہنچائیں گی۔ اس طرح ووٹوں کی فوری گنتی بھی آسان ہو گی۔ اس لیے یہ بھی دعوی کیا گیا کہ الیکشن کے ابتدائی نتائج الیکشن کے دن ہی سامنے آجائیں گے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اور کابل انتظامیہ کا قائم کردہ الیکشن کمیشن اس میں ناکام رہا۔

بائیو میٹرک کے محفوظ اور تیز رفتار سسٹم کے دعوے سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بائیو میٹرک آلات سے معلومات کے مرکزی ڈیٹا تک محض بھیجنے کا عمل بھی 23 اکتوبر کو جاکر مکمل ہو سکا۔ یعنی صرف معلومات کے ترسیل میں کچھ دن کم ایک مہینہ لگا۔ 7 بائیو میٹرک آلات تو غائب ہی ہو گئے اور 22 آلات سے ان کی میموری صاف کر دی گئی تھی۔

23 اکتوبر کی ایک خبر میں ہی اعلان کیا گیا کہ اب ووٹوں کی تصدیق کا عمل شروع ہو گا، خبر میں بتایا گیا کہ شکایات سیل نے 1700 مقامات کی لسٹ الیکشن کمیشن کو دے دی ہے جس کی گنتی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ 23 اکتوبر کو بی بی سی نے ایک خبر میں بتایا کہ ووٹوں کی مجموعی کاسٹ محض 27 لاکھ ہے، جو انتہائی کم ترین مقدار ہے۔ ووٹوں کا اس قدر قلیل تعداد میں استعمال ہرگز یہ اطمینان دلانے کے لیے کافی نہیں کہ عوام یہاں کے جمہوری نظام سے مطمئن ہیں۔ یہ قلیل تعداد خود ظاہر کرتی ہے کہ افغانستان میں قائم نام نہاد جمہوریت پر عوام کا اعتماد کس قدر ختم ہو چکا ہے۔ 3 نومبر کی ایک خبر میں بی بی سی پشتو نے لکھا ہے کہ ان (27 لاکھ) میں سے 19 لاکھ 20 ہزار بائیو میٹرک ووٹس ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کا وہ دعوی بھی غلط ثابت ہوا کہ اس بار ووٹنگ صرف بائیو میٹرک طریقے سے ہو گی۔ بائیو میٹرک ووٹوں کی تصدیق کے لیے جرمن کمپنی "دیرملوگ" کی خدمات لی گئی تھیں۔ کمپنی کے مطابق ان 19 لاکھ 20 ہزار میں سے 84 ہزار ووٹ غلط نکلے۔

الیکشن کو سب سے زیادہ جس چیز نے متنازع بنایا اور سیاسی رہنماوں کی امیدیں اس کی شفافیت سے ختم ہو گئیں وہ استعمال شدہ ووٹوں کی دوبارہ گنتی اور تصدیق کا عمل تھا۔ جس نے ستمبر سے نتائج کو موخر کر کے دسمبر تک پہنچا دیا۔ نظر ثانی کے اس عمل کے ذریعے نتائج میں لیت ولعل سے کام لیا گیا۔ نومبر میں صدارتی امیدواروں کی کونسل نے اپنے مشترکہ کانفرنس میں مطالبہ کیا کہ اس عمل سے الیکشن کو مزید متنازع بنایا جارہا ہے، الیکشن کا عمل اپنے اصولی ٹریک سے اتر چکا ہے۔ امیدواران کی مشاورت اور اطلاع کے بغیر یہ گنتی نامعلوم طریقے سے کی جارہی ہے اور اس طرح کے نتائج ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔

2 دسمبر کو صدارتی امیدواروں نے مطالبہ کیا کہ ایک مشترکہ وسیع البنیاد حکومت قائم کی جائے، موجودہ الیکشن کا عمل ناکام اور ناقابل اعتماد رہا۔ تاہم کابل انتظامیہ نے ان کی تجویز مسترد کر دی۔

28 ستمبر کو ہونے والے الیکشن کے نتائج بالآخر 22 دسمبر کو سامنے آئے۔ نتائج کے دن مجموعی استعمال شدہ تصدیقی ووٹوں کی تعداد سامنے آئی وہ 18 لاکھ 24 ہزار 401 تھی۔ یعنی 27 لاکھ میں سے 1 ملین ووٹ غیر تصدیق شدہ اور جعلی نکالے گئے۔ جس میں اشرف غنی 9 لاکھ 23 ہزار 8 سو 68 ووٹ لے کر اول رہے۔ دوسرے نمبر پر ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ تھے جو 7 لاکھ 20 ہزار 9 سو 90 ووٹ لے سکے۔ تیسرے نمبر پر گلبدین حکمت یار تھے جو 70 ہزار 2 سو 42 ووٹ لے سکے اور چوتھے نمبر پر رحمت اللہ نبیل تھے جن کے ووٹوں کی تعداد 33 ہزار 9 سو 21 تھی۔ ایک جانب تو استعمال شدہ ووٹوں کی تعداد مضحکہ خیز حد تک کم تھی۔ اس پر تحقیق و تصدیق کا عمل، جس نے یہ تعداد مزید کم کر دی۔ ووٹوں کی قلیل تعداد نے الیکشن کی صورت حال کو بہت دلچسپ بنا دیا، 13 میں سے صرف 2 امیدوار ایسے تھے جو دس فیصد ووٹ کی شرط پوری کر سکے باقی 11 امیدوار اپنا زر ضمانت ایک ملین کی افغان کرنسی ضبط کروا بیٹھے۔

درجہ بالا تمام اعداد و شمار کا جائزہ لینے کے بعد جو خلاصہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ نام نہاد صدارتی الیکشن انعقاد میں تاخیر، اشرف غنی کے اقتدار پر بذریعہ سپریم کورٹ ناجائز قبضے، بائیو میٹرک آلات کی شفافیت کے دعوے اور ان کی غلط کارکردگی، اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کا سرکاری وسائل اور تقریبات کا انتخابی مہم کے لیے استعمال، ووٹوں کی تصدیق کے نام پر دھاندلی اور ابتدائی نتائج میں تین ماہ کی تاخیر اور سب سے بڑھ کر عوام کا انتخابی عمل پر عدم شرکت کے ذریعے بیزاری اور عدم اعتماد کا اعلان، یہ تمام ایسے امور ہیں جنہوں نے آئندہ کے لیے کابل انتظامیہ کے بننے والے صدر کی حیثیت ختم کر کے رکھ دی ہے۔ عوامی عدم اعتماد کا مظاہرہ جان بس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اسی لیے تو اسے کہنا پڑا کہ "جو بھی حکمران بنے گا اسے بہر حال دس لاکھ سے کم ووٹ حاصل ہوں گے۔ سیاسی عمل میں یہ بہت کم مقدار ہو گی۔ اس لیے افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت قائم ہو جانی چاہیے۔"

امارت اسلامیہ نے بارہا یہ دعوی کیا ہے کہ کابل انتظامیہ کسی طرح سے بھی عوام کی نمائندگی کا حق نہیں رکھتی۔ اس کی کوئی قانونی، اخلاقی اور شرعی حیثیت نہیں ہے۔ امریکا کے ساتھ ہونے والے امن معاہدے میں کابل انتظامیہ سے براہ راست مذاکرات سے بھی اسی لیے انکار کیا گیا کہ یہ امریکا کی بی ٹیم سے زیادہ کسی چیز کی حیثیت نہیں رکھتی۔ 2019 کے نام نہاد الیکشن نے یہ سارے حقائق طشت از بام کر دیے ہیں۔ اس الیکشن کو حقیقی انتخاب کا رنگ دینے کے لیے میڈیا اور دیگر ذرائع کا بھرپور استعمال کیا گیا۔ میڈیا مباحثے اور پروگرام کرائے گئے۔ امیدواروں کی سیاسی سوجھ بوجھ کی تعریفیں کی گئیں۔ الیکشن کے لیے بڑا خوبصورت مصنوعی ماحول بنایا گیا۔ لیکن الیکشن میں لوگوں کی عدم شرکت نے تمام تر گلیمرائز ماحول اور مصنوعیت کا پردہ چاک کر دیا۔ الیکشن نے ثابت کر دیا اقتدار پر قابض اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ اپنی حیثیت کھو چکے ہیں۔ آئندہ کے لیے انہیں شخصیات کا دوبارہ اقتدار پر قبضہ کسی طرح بھی افغان عوام کی خواہش نہیں ہو گی۔ افغان عوام ایک آزاد، خود مختار، باستقلال، کرپشن اور بدامنی سے پاک حکومت چاہتے ہیں جو دنیا بھر میں ان کی صحیح نمائندگی کرے، جو ان کے حقوق کو تحفظ دلائے اور انہیں ترقی یافتہ اقوام کی صف میں عزت کا مقام دلا سکے۔

الفتح آپریشن حالیہ تین بڑی فتوحات

حسن مہمند

یوں تو وطن عزیز پر صلیبی جارحیت کے بعد جب جہادی صفیں منظم ہوئیں اور جہاد مضبوط ہونے لگا تو ہر آنے والا دن گذشتہ کے بنسبت بہتر ثابت ہوا۔ ہر آئندہ سال گذشتہ کی بنسبت دشمن کے لیے ہلاکت خیز اور ہر آنے والا موسم بہار ماضی بنسبت زیادہ مایوس کن رہا۔ اس روشن حقیقت کا اعتراف دشمن نے بھی بارہا کیا۔ مگر رواں سال گذشتہ سالوں کی بنسبت بہت الگ رہا۔ موسم بہار سے شروع ہونے والا الفتح آپریشن اپنے ساتھ فتح وظفر کی بہت سی خوشخبریاں لایا۔ جس نے امارت اسلامیہ کو بڑی فتح سے نوازا۔ ملک کے دارالحکومت اور صوبوں میں دشمن کو وہ ہلاکت خیز مار پڑی جس سے نہ صرف محترم قارئین بلکہ پوری دنیا واقف ہے۔

جی ہاں! انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ جارح قوتوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف وطن عزیز میں الفتح آپریشن کے نام سے ہونے والی کارروائیوں میں للہ الحمد مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے دشمن کے مقابلے میں اتنی بڑی فتوحات عطا کیں کہ اب دشمن پوری کوشش کے باوجود اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ چونکہ پوری دنیا اس سے واقف ہے اس لیے امارت اسلامیہ کا مقام بھی اونچا ہوا ہے اور ان کے موقف کو مضبوطی ملی ہے۔ ان فتوحات پر دنیا بھر کے باضمیر مسلمان بہت خوش ہیں۔ الفتح آپریشن کے مبارک سلسلے میں ہونے والی ہر کامیابی اس قابل ہے کہ اس پر بہت کچھ لکھا جائے۔ وہ لوگ سعادت مند ہیں جو اس پر لکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے قلم وہنر میں برکت عطا فرمائے۔ الفتح آپریشن میں بڑی کامیابیاں ملی ہیں مگر ان میں سے کچھ بہت بڑی اور دشمن کے لیے کمر توڑ ثابت ہوئیں۔

مثلاً حال ہی میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے مقابلے میں داعش تاریخی شکست اور مجاہدین کے ہاتھوں ننگرہار کے شیرزاد سے اچین تک 7 اضلاع کی فتح ہوئی۔ ان اضلاع کے پہاڑی علاقوں میں داعش نے اپنے ٹھکانے قائم کیے ہوئے تھے۔ پورے ملک میں یہی ایک علاقہ ان کی پناہ گاہ تھا۔ اسے وہ لوگ خراسان کی دارالحکومت کہا کرتے تھے۔ عراق اور شام کے بعد یہی علاقہ ان کی قوت کا بڑا مرکز بن گیا تھا اور دیگر علاقوں میں یہیں سے مداخلت کی جاتی تھی۔ غاصب قوتوں کے مقابلے میں جاری جہاد کے خاتمے کے لیے جارحیت پسندوں کے انٹیلی جنس اداروں کی جانب سے دیے گئے منصوبے بھی یہیں سے نافذ کیے جاتے تھے۔ یہ مجاہدین کی بہت بڑی فتح تھی جو تمام مخلص مسلمانوں اور خصوصاً افغان عوام کے لیے بہت بڑی خوشی ثابت ہوئی۔ محترم قارئین جانتے ہیں کہ داعش امریکا اور دیگر مغربی غاصبوں کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے اور انہیں کی پروردہ ہے۔ اس زمانے کا وہ عظیم فتنہ گر گروہ جو اپنے اور اپنے حامیوں کے علاوہ پوری امت ہی کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس گروہ نے عراق اور شام میں جہادی تحریکوں کو بھاری نقصان پہنچایا۔ لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ مسلمانوں کے بازاروں، مساجد، تعلیمی اداروں اور اجتماعات میں بھاری دھماکے کیے اور اپنی پوری قوت مسلمانوں کا خون بہانے میں لگادی۔ یہ گروہ چاہتا تھا کہ شام اور عراق کی طرح افغانستان میں بھی فتنے کی آگ بھڑکادے۔ جارحیت پسند امریکا اور کٹھ پتلی انتظامیہ پوری ڈھٹائی اور منظم طریقے سے ان کی تشہیر کرتی رہی، انہیں مالی تعاون اور عسکری امداد فراہم کرتی رہی تاکہ جارحیت کے خلاف جاری مقدس جہاد کو بدنام کیا جائے، مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے اور مجاہدین کو کمزور کیا جائے اور نہ ختم ہونے والی فرقہ وارانہ لڑائی کی آگ بھڑکادی جائے اور دیر تک اسے تازہ رکھا جائے۔ اس لیے ان فتنہ گروں سے اتنا بڑا علاقہ خالی کروانا اور ان پر ایسے کمر توڑ وار امارت اسلامیہ کی بڑی کامیابی ہے اور کٹھ پتلی انتظامیہ کی بڑی شکست ہے۔

الفتح آپریشن کے سلسلے میں ایک اور بڑی کامیابی مبارک جہادی کوششوں کے نتیجے میں امریکی یونیورسٹی کے دو پروفیسرز کے بدلے بدنام زمانہ بگرام جیل سے محترم انس حقانی، حاجی مالی خان اور محترم حافظ عبدالرشید ایسے تین بڑے اہم رہنماؤں کی آزادی ہے۔ یہ بھی دنیا بھر کے لیے مسلمانوں اور خصوصاً مجاہدین کے لیے خوشی کی خبر تھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا اور اس نے اپنے مجاہدین بندوں کو الفتح آپریشن میں یہ عظیم فتح بخش دی۔ امریکا کے ساتھ ہونے والے معاہدے میں تین بڑے مجاہدین کی امریکی یونیورسٹی کے دو اساتذہ کے بدلے رہائی مجاہدین کی بہت بڑی سیاسی اور عسکری کامیابی تھی اور جارحیت پسندوں کی بہت بڑی شکست۔

تقریباً پانچ سال قبل بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ ایک تبادلے میں امریکا کو اس سے بھی

بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس تبادلے میں ایک جانب ایک عام امریکی فوجی تھا اور دوسری جانب آرمی چیف ملا محمد فاضل، شمال زون کے تنظیمی سربراہ اور بلخ کے گورنر ملا نور اللہ نوری، وزیر داخلہ ملا خیر اللہ خیر خواہ، انٹیلی جنس کے مرکزی آفس کے سیکرٹری ملا عبدالحق وثیق اور ممتاز مذہبی شخصیت مولوی محمد نبی عمری تھے۔

دونوں فریق میں بہت بڑا فرق تھا۔ مگر امریکا جب اپنی پوری کوشش کے باوجود طالبان کے پنجوں سے اپنا فوجی رہا نہ کرواسکے تو زہر کا یہ گھونٹ اسے پینا پڑا۔ حقیقتاً اس عمل سے دنیا حیران ہوگئی۔ امریکا کی سیاسی اور عسکری حیثیت خاک میں مل گئی۔ متکبر اور مغرور امریکا کو شاید اپنی تاریخ میں اپنے کسی دشمن کے مقابلے میں ایسا تنزل نہیں کرنا پڑا ہو گا جتنا امارت اسلامیہ افغانستان کے مقابلے میں اسے کرنا پڑا۔ یہ دونوں تبادلے سیاسی اور عسکری میدان میں مجاہدین کی بہت بڑی کامیابی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ پیغام بھی رکھتے ہیں کہ جہاد مسلمانوں کے لیے ہر دشمن خصوصاً امریکا جیسے وحشی اور خونخوار دشمن کے شر سے حفاظت، دنیا میں سربلندی، آبرومندانہ زندگی اور عزت کا واحد راستہ ہے۔ اگر ان پانچ افراد میں سے کسی ایک فرد کے لیے بھی دنیا بھر کے لاکھوں مسلمان سالہا سال تک منت زاری کرتے، سالہا سال تک امریکا کے پاس درخواستیں لے کر جاتے، چیخ وپکار اور آہوں سے دنیا کو ماتم کدہ بنادیتے اور آنسو کی جگہ آنکھوں سے خون بہادیتے، کیا امریکا کو مسلمانوں کی اس حالت پر ذرہ برابر بھی رحم آجاتا؟ کیا وہ مسلمانوں کے مطالبے پر کوئی توجہ دیتا؟ ہرگز نہیں اور کبھی نہیں۔ کیوں کہ امریکی وحشت اور سربریت بہت بڑی اور اس کی اسلام دشمنی حد سے بڑھ کر ہے۔ مگر جب مجاہدین میدان جہاد میں ایک امریکی فوجی اور بعد ازاں دو امریکی پروفیسرز کو گرفتار کر کے سالہا سال تک اپنے پاس بحفاظت رکھنے میں کامیاب رہے تو تب ہی وہ مغرور امریکا سے اپنے وہ مطالبات منوانے میں کامیاب رہے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ جہاد کی وہ بڑی برکت ہے جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کردیا۔ افغانستان میں جارح امریکیوں کے سب سے بڑے مرکز بگرام پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی تازہ ترین کامیاب فدائی حملے ایک تیسرا خوش کن واقعہ ہے۔ جس نے دشمن کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ یہ حملے بہت مضبوط تھے جو اگلی رات تک جاری رہے۔ اس لیے یہ تو یقینی ہے کہ اس حملے میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوچکے ہیں اور بھاری مالی نقصان انہیں پہنچ چکا ہے۔

مگر یہاں نقصانات میں اضافہ یا کمی اہم نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین اس حد تک مضبوط ہوچکے ہیں کہ امریکا کے سب سے اہم، مضبوط اور محفوظ اڈوں کے حصار توڑ دیے اور 9 افراد پر مشتمل ایک گروپ اڈے میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس اڈے میں جس میں دنیا کے اعلیٰ ترین اسلحہ سے لیس ہزاروں فوجی موجود ہیں، پورا دن ان ہزاروں فوجیوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا کے ایسے عسکری اڈے پر حملہ کرنے اور اس میں داخل ہونے کا تصور کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد کوئی بھی غیر ملکی فوجی اپنے کسی بھی مرکز میں محفوظ ہونے کا احساس نہیں کرسکے گا۔ اب جنرل ملر سے لے کر عام سپاہی تک ہر جگہ اور ہر وقت طالبان کے حملوں کا خوف رہتا ہے۔ یہ مکمل طور پر حوصلہ ہار جائیں گے اور مجاہدین کے خلاف لڑنے کی ہمت مکمل ہار جائیں گے۔ یہ حملہ ان کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اس سے قبل جب امریکا سے مذاکرات مکمل ہوچکے تھے اور صرف اس پر دستخط باقی تھے تو ایک امریکی فوجی اہلکار کی ہلاکت پر ٹرمپ نے یہ سلسلہ معطل کردیا۔ اب جب ایک بار پھر مذاکرات جاری ہیں مذاکرات کے دوران امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے امریکا کے بڑے اڈے پر اتنی بڑی کارروائی کردی، اس میں یہ پیغام ہے کہ امارت اسلامیہ مذاکرات چاہتی ہے اور اس میں ملک وملت کا خیر دیکھتی ہے مگر مذاکرات روکنے کی مصنوعی دھمکیاں تسلیم نہیں کرتی۔ کیوں کہ ہم مذاکرات دشمن سے بھیک میں نہیں مانگتے بلکہ بڑی قربانیوں کے ذریعے دشمن کو عسکری میدان میں بڑی شکست دے کر مذاکرات پر راضی کرتے ہیں۔ ہم مذاکرات کے ذریعے فرار کا محفوظ راستہ نہیں مانگتے۔ اس لیے مذاکرات ہم سے زیادہ دشمن کی مجبوری ہے۔ اگر دشمن اس سے پیچھے ہٹتا ہے تو ہم اس کے خلاف جنگ جاری رکھنے پر تیار ہیں۔

شکست خوردہ دشمن بھی یہ جان چکا ہے۔ اس لیے اس بار ماضی کی طرح ردعمل نہیں دکھایا بلکہ بگرام میں جب حملے جاری تھے اسی روز امریکی وزیر خارجہ مائک پومپیو نے کہا کہ ہم بگرام اڈے پر ہونے والے حملے کی مذمت کرتے ہیں مگر ان حملوں سے امن مذاکرات متاثر نہیں ہوں گے اور طالبان کے ساتھ بات چیت جاری رہے گی۔

امارت اسلامیہ نے یہ بھی دکھادیا کہ دشمن سے ہمارے مذاکرات مالی مفادات کے لیے نہیں ہیں اور نہ اپنے بلند مقاصد پر سمجھوتہ کرنے کو تیار ہیں۔ نہ اپنے اعلیٰ مقاصد پامال کرنے کو تیار ہیں۔ نہ جہاد کے ساتھ جفا کریں گے۔ پوری بہادری اور شوق سے اسے جاری رکھیں گے جب تک اہداف حاصل نہ کرپائیں۔ مذاکرات اس لیے کررہے ہیں کہ یہ ملک وملت کی آزادی کا آسان راستہ ہے۔ قوم مطمئن رہے کہ امارت اسلامیہ کبھی بھی اپنے بلند اہداف مالی منافع کے بدلے میں نہیں دیں گے۔ نہ مجاہدین کی قربانیوں اور پاک خون پر کوئی سودے بازی کریں گے۔ مقاصد پر سمجھوتہ اب ہمارا دشمن کرے گا کیوں کہ ہم اب فتح کے ساحلوں تک پہنچنے والے ہیں۔ الفتح ہمارا آخری فاتح آپریشن ہوگا۔ ان شاءاللہ۔

جہاد کی فرضیت اور افرادی قوت کا تناسب

مستنصر حجازی

جدید تعلیم یافتہ طبقے کی جانب سے جہاد کی فرضیت کے حوالے سے مختلف سوالات کھڑے کیے جاتے ہیں۔ ایسے حضرات کا کل سرمایہ چوں کہ اردو کتب کا مطالعہ ہی ہوتا ہے، اس لیے جہاد کی روح، اس کی اہمیت، فرضیت اور مقام و مرتبے سے لاعلم ہوتے ہیں۔ 'لوکل مجتہدین' نے اپنے مطالعے کی بنیاد پر ایک فکر بنالی اور پھر اس پر بے سروپا دلائل کے ساتھ لکھتے رہے۔ جس کا نتیجہ سوائے نری حماقت اور کھلی گمراہی کے کچھ نہیں نکلتا۔ اسی نوع کا ایک اعتراض گزشتہ دنوں ایک صاحب نے اٹھایا۔ کہا کہ 'آج مغرب وسائل اور افرادی طور پر ہم سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس لیے عین تقاضائے فطرت ہے کہ ہم ان کے خلاف جارحانہ رویہ نہ رکھیں۔ ان کے خلاف جہاد نہ کریں۔ اگر ہم ان کے خلاف جہاد کریں گے تو سوائے تباہی و بربادی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ قرآن کا حکم بھی یہی ہے اور فقہائے کرام کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر سورۃ الانفال کی آیت نمبر 66 پیش کردی، جس کا ترجمہ یوں ہے؛ 'اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور معلوم کرلیا کہ تم میں کس قدر کمزوری ہے۔ پس اگر تم ثابت قدم رہنے والے ہو گے تو دو سو پر غالب آؤ گے اور اگر ہزار ہو گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آؤ گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'

ہم نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی ایک مفسر کی وضاحت پیش کردیجیے، جنہوں نے افرادی قوت کی زیادتی کو جہاد کی فرضیت کے لیے شرط قرار دیا ہو۔ وہ آئیں بائیں شائیں کرتے رہے۔ انہوں نے ایسی کوئی تفسیر نہیں بتائی، جو ان کے دعوے کو تقویت فراہم کرتی ہو۔ پاکستان کے معروف عالم دین مولانا زاہد الراشدی صاحب کا خاص اسی موضوع سے متعلق پرانا کالم پڑھنے کو ملا، جس میں مولانا نے سیرت اور اسلامی تاریخ سے نہایت زبردست دلائل دیے تھے۔ جب ہم نے ان دلائل کی روشنی میں ان صاحب سے گفتگو کی تو وہ دم بخود رہ گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے شریعت میگزین کے قارئین کے لیے مولانا کے وہ تمام دلائل من و عن نقل کیے جائیں۔

'جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں جو غزوات ہوئے، ان میں اکثر جنگوں میں مسلمانوں اور کافروں کا تناسب ایک اور دو کا نہیں تھا۔ اس کے باوجود نہ صرف جنگ ہوئی، بلکہ جناب رسول ﷺ نے اس کی قیادت بھی فرمائی۔ غزوۂ احد میں جناب نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی تعداد سات سو تھی۔ مقابلہ میں تین ہزار کفار تھے۔ یہاں کفار کا تناسب چار گنا سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ اس کے باوجود جناب رسالت مآب ﷺ نے میدان جنگ میں مقابلہ کیا۔ حتی کہ کفار کے میدان چھوڑ کر چلے جانے کے بعد بھی حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔ غزوۂ خندق میں چوبیس ہزار کے لگ بھگ کفار کا جم غفیر مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑا، جس کا مقابلہ آنحضرت ﷺ نے صرف تین ہزار کی نفری کے ساتھ کیا۔ یہاں مسلمانوں اور کافروں کا تناسب ایک اور آٹھ کا بنتا ہے۔

اگر سورۃ الانفال کی مذکورہ آیات کا مطلب یہی تھا کہ اپنے سے دوگنا سے زائد کافروں کے مقابلہ میں جہاد کرنا جائز نہیں ہے تو نبی اکرم ﷺ اپنے سے آٹھ گنا زیادہ قوت کے مقابلہ میں صف آراء ہونے کے بجائے ہمارے ان دانشور دوستوں کی رائے کے مطابق مذاکرات اور صبر کے ساتھ حالات کو برداشت کرنے اور قوت کا توازن درست ہونے تک تیاری اور انتظار کرنے کی پالیسی اختیار فرماتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے آٹھ گنا زیادہ قوت کے مقابلہ میں نہ صرف ہتھیار اٹھائے، بلکہ انہیں میدان سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ خیبر کے غزوہ میں حضور ﷺ کا لشکر سولہ سو افراد پر مشتمل تھا، جس کی قیادت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی اور ان کا مقابلہ بیس ہزار یہودیوں سے ہوا۔ یہ خندق کی طرح دفاعی نہیں، بلکہ اقدامی جہاد تھا۔ جناب نبی اکرمؐ نے خیبر پر حملہ کیا اور اپنے سے کم از کم بارہ گنا زیادہ قوت کو شکست دے کر خیبر پر قبضہ کرلیا۔

جناب نبی اکرم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی یہ صورت حال قائم رہی۔ قادسیہ کی جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ مقابلہ ایک لاکھ بیس ہزار ایرانیوں سے ہوا۔ جس میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ یرموک کی جنگ میں علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کے مطابق بتیس ہزار مسلمان چار لاکھ رومیوں کے مقابلہ میں صف آراء ہوئے۔ رومیوں کو کم و بیش ایک لاکھ لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اسپین کے معروف معرکے میں طارق بن زیاد رحمہ اللہ کی فوج کی تعداد صرف بارہ ہزار تھی۔ مقابلے میں ایک لاکھ عیسائیوں کا لشکر تھا۔ یہاں بھی دفاع مقصود نہیں تھا، بلکہ طارق بن زیاد رحمہ اللہ نے سمندر پار کر کے خود اسپین پر چڑھائی کی تھی۔ آٹھ گنا زیادہ قوت کو شکست دے کر اسپین پر قبضہ کرلیا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں قیصر ارمانوس دیو جانس نے تین لاکھ کا لشکر لے کر سلطان ارسلان سلجوقی پر چڑھائی کردی۔ سلطان کے پاس صرف پندرہ ہزار کی نفری تھی۔ سلطان کو پہلے پریشانی ہوئی، مگر اس وقت کے ایک بڑے عالم امام ابو نصر محمد بن عبد المالک رحمہ اللہ نے سلطان کو حوصلہ دیا اور کہا کہ تعداد کی قلت کی وجہ سے میدان سے ہٹنا درست نہیں ہے۔ ہمیں مقابلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان نے میدان میں مقابلہ کیا اور فتح پائی۔'

خوارج کی نشاۃ ثانیہ! محرکات اور وجوہات

رحیمی

یہ 2010 کی بات ہے، جید عالم دین اور مشہور اسلامی کالم نگار شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ "سعودی عرب کی وزارت تعلیم نے ملک کے مختلف اسکولوں سے دو ہزار اساتذہ کو انتہا پسندی کی سوچ پھیلانے کے جرم پر اپنے عہدوں سے برطرف کر لیا"۔ میں نے اس وقت یہ سوچا تھا کہ اساتذہ کی برطرفی شاید سعودی بادشاہت کے خلاف ان کی بغاوت یا مخالفت ہو سکتی ہے، حکومت کو پتہ چلا ہے کہ اس لئے سعودی حکومت نے یہ انتہائی قدم اٹھایا ہے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مجھے یہ پتہ چل گیا کہ نہ صرف سعودی عرب کی شاہی حکومت کے سامنے انتہا پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحانات چیلنج بن گئے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب اور خطے کے دیگر ممالک کو بھی ان چیلنجز کا سامنا ہے۔

واضح رہے کہ مذہبی شدت پسندی کی سوچ نے نہ صرف بعض مذہبی حلقوں میں سرایت کی ہے بلکہ ان سے زیادہ مغرب زدہ سیکولر حلقوں میں بھی اپنی جڑیں پھیلا دی ہیں، مثال کے طور پر آج سے تین دہائیاں قبل الجزائر میں مذہبی جماعتوں کے اتحاد (متحدہ محاذ) نے ملک کے عام انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کی اور مجموعی طور پر 89 فیصد نشستیں جیت لیں، لیکن امریکہ کی قیادت میں سیکولر دنیا متحرک ہو گئی اور تمام سیکولر قوتیں الجزائر کے مذہبی سیاسی اتحاد کے خلاف متحد ہو گئیں انہوں نے وہاں (الجزائر) میں ممکنہ اسلامی حکومت کے قیام کی روک تھام کی خاطر نہ صرف انتخابات کو مسترد کر دیا بلکہ ملکی معاملات کو براہ راست فوج کے حوالے کر دیا جس نے امریکہ اور مغربی دنیا کی حمایت سے مذہبی جماعتوں اور ان کے کارکنوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجے میں ملک کے اندر خانہ جنگی پیدا ہوئی، اس جنگ کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ سامنے آیا کہ مذہبی جماعتوں نے سیکولر قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے منظم اور متحد قوت تشکیل دینے کے ایک دوسرے پر فتوی لگانا شروع کر دیا اور الجزائر کے مسلمانوں کو باہمی جنگ میں دھکیل دیا، اس خانہ جنگی میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان مارے گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ الجزائر سے مسلمانوں کی سیاسی قوت کا جنازہ نکل گیا۔

الجزائر کے دینی جماعتوں نے ایک دوسرے پر فتوی لگانے سے قرون اولی کے خوارج کی یاد تازہ کر دی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسلمانوں پر کفر کے فتوی لگاتے تھے اور ان پر حملے کرتے تھے، یہاں تک کہ ان حملوں میں ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ عراق کے شہر بصرہ پر جب خوارج نے قبضہ کیا تو تقریباً چھ ہزار مسلمانوں کو شہید کیا گیا اور اس کے بعد جب کوفہ شہر پر خوارج کے سربراہ "ضحاک" نے قبضہ کیا تو انہوں نے کوفہ میں بصرہ کے سانحے کو دہرانے کی کوشش کی لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہمت اور دلیری نے کوفہ کے باسیوں کو خوارج کے شر سے محفوظ کیا جس طرح آج کے دور میں افغانستان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فقہی مذہب کے پیروکاروں، علماء کرام اور طالبان نے عصر حاضر کے خوارج کے فتنہ سے افغان مسلمانوں کو بچایا۔

خوارج کے سربراہ (ضحاک) نے کوفہ کے گورنر "عبداللہ بن عمر" جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، کو شکست دینے کے بعد کوفہ پر قبضہ کر لیا اور خوارج کے لشکر کے تلواروں سے مسلح ہزاروں اہل کار کوفہ شہر کی جامع مسجد میں داخل ہو گئے اور اعلان کیا کہ کوفیو! آپ لوگ مرتد ہو چکے

ہیں! فوری طور توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کریں بصورت دیگر سب کو قتل کیا جائے گا! یہ تنبیہہ سن کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اٹھ کھڑے ہوئے، خوارج کے سربراہ ضحاک کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے واقعی کوفہ کے مسلمانوں کو مرتد قرار دیا ہے اور توبہ نہ کرنے اور دوبارہ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں انہیں قتل کرنے کا اعلان کیا ہے؟" ضحاک نے کہا: ہاں، میں نے اعلان کیا ہے کہ ایسے تمام لوگ مرتد ہیں اور اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے، امام صاحب نے فرمایا: مرتد وہ ہے جو اپنا مذہب چھوڑ دے اور وہ دوسرا مذہب اختیار کرے، کوفہ کے مسلمانوں نے اپنا مذہب (اسلام) کو تبدیل کیا ہے اور نہ ہی کوئی اور مذہب قبول کیا ہے، پھر یہ لوگ کیسے مرتد ہوگئے؟ یہ سن کر ضحاک سمجھ گئے اور امام صاحب سے کہا کہ آپ یہ بات دہرائیں، امام صاحب نے پھر یہی بات کی، ضحاک نے تلوار نیچے کرتے ہوئے کہا "اخطانا" ہم سمجھ نہیں گئے تھے، پھر اپنے ساتھیوں کو بھی تلواریں نیچے اتارنے کا حکم دیا اور کوفیوں کو قتل کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فہم و فراست نے کوفہ کے شہریوں کو خوارج کے شر سے بچایا، اس کارنامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ «اهل الكوفة كلهم موالي ابي حنيفة» کوفہ کے تمام لوگ امام ابو حنیفہ کے آزادہ کردہ غلام ہیں کیونکہ ان کی تدبیر سے کوفہ کے لوگوں کو موت سے نجات ملی۔

آج کل اسلامی دنیا کے مختلف حصوں خاص طور پر عراق، شام اور افغانستان میں ایک بار پھر تکفیری گروہوں کے ظہور سے خوارج کی یادیں یاد تازہ ہوگئیں، خاص طور پر داعش نامی عسکریت پسند گروپ، جس نے پہلے عراق اور شام اور پھر افغانستان میں تکفیری فتوے لگانے سے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا سابقہ خوارج کی یاد تاریخ زندہ کردی۔

خوارج (داعش) کی جانب سے بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کے محرکات اور وجوہات جاننے کے لئے خوارج کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے اور ان کے مقابلے میں اہل سنت خصوصا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی جدوجہد سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر ہم شدت پسند خوارج گروہوں کے محرکات اور ان کی سوچ اور نظریے کو معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے، ہم ایک طرف مغرب کے نام نہاد دانشوروں کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ وہ ہماری قومی اور مذہبی اقدار کو پامال کرنا چاہتے ہیں، بین الاقوامی ثقافت اور ماحول کے بہانوں سے وہ ہماری ثقافت پر حملہ آور ہیں اور اسلامی اقدار کے خاتمے کے درپے ہیں ہماری تہذیب کے خاتمے کے لئے نئی نسل کو فحاشی و عریانی میں مبتلا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں دوسری جانب ہم شدت پسندوں اور انتہا پسندوں کے مقابلہ کر رہے ہیں جو اسلامی امت کے ماتھے پر بدنما داغ بن کر سامنے آرہے ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگارہے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان حالات میں ہمارے لئے اہل سنت والجماعۃ کے آئمہ اور اکابر آسوہ ہیں جنہوں نے معتزلہ کی روشن خیالی اور خوارج کی انتہا پسندی کو مسترد کردیا ہے اور اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے دونوں انتہائیں نقصان دہ ہیں اور ان دونوں نظریات سے مسلمانوں کو بچانا عصر حاضر کے علماء کرام، مفکرین اور دانشوروں کی ذمہ داری ہے انہیں چاہیے کہ وہ موجودہ دور کی نزاکت کا احساس کریں۔

خاص طور پر ہمارے ملک میں داعش کی شکست اور امارت اسلامیہ کے غیور مجاہدین کی فتوحات کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے اسلامی معاشرے میں تکفیری سوچ اور نظریے کو پروان چڑھانے کے محرکات اور اسباب جاننے کی کوشش کی جائے اور ان کی روک تھام کے لئے تدبیر اور فراست کے ساتھ عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔

بھارتی مسلمانوں کا مستقبل

فرہاد اتل

بھارت میں نریندر مودی کی متعصب حکومت کے آتے ہی مسلمانوں کے تمام خدشات درست ثابت ہوئے۔ مودی اور اس کی انتہا پسند حکومت مسلسل طور پر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ بھارت کے سیکولر ملک کے طور پر پہچان کے لیے وہاں مسلمانوں کی محدود مذہبی آزادی کو بھی سلب کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں جموں و کشمیر کی آزادانہ حیثیت ختم کر کے اسے بھارت کا حصہ قرار دے کر اپنے قوانین نافذ کرنے، جموں و کشمیر سے ملحق لداخ کو علیحدہ ریاست کی حیثیت دینے، بابری مسجد کی جگہ مندر تعمیر کرنے کا عدالتی حکم دینے کے بعد کئی مبصرین اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ اس کے بعد مودی شہریت کے قانون میں بھی ضرور کوئی تبدیلی لائے گا۔ تاکہ مسلمانوں کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو۔ ان کے خدشات 12 دسمبر کو درست ثابت ہوئے۔ جب بھارتی پارلیمنٹ میں 1955ء کی شہریت کے قانون میں تبدیلی کا بل پیش کیا گیا۔ جس میں پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے نقل مکانی کرنے والے صرف ہندوؤں، سکھوں، بدھ مت اور عیسائی مہاجرین کو شہریت دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا، جب کہ مسلمانوں کا اس میں ذکر بالکل نہیں تھا۔

بھارتی حکومت کی جانب سے مذکورہ مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو شہریت دینے کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ انہیں اس وجہ سے شہریت دی گئی ہے، کیوں کہ انہیں متعلقہ ممالک میں مذہبی آزادی حاصل نہیں تھی۔ مذہب کی وجہ سے ان پر ظلم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ میڈیا کے مطابق گزشتہ کئی دہائیوں سے پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش سے لاکھوں ہندو، سکھ اور بدھ مت کے پیروکار بھارت نقل مکانی کر چکے ہیں۔ مودی حکومت نے انہیں شہریت دینے کے لیے قانون میں ترمیم کا بل پاس کیا۔ البتہ وہ لاکھوں مسلمان مہاجرین، جو برصغیر پر انگریزوں نے بنگلہ دیش سے چائے کے باغوں میں کام کے لیے جبری طور پر بلائے تھے، اب بھی بھارتی شہریت سے محروم ہیں۔ آئے روز مختلف طریقوں سے انہیں ملک بدر کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

نئے قانون کی منظوری کا اصل مقصد 'آسام میں بنگالی مسلمانوں کی شہریت حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے۔' اعداد و شمار کے مطابق آسام میں تقریباً 2 ملین افراد شہریت سے محروم ہیں۔ ان سب کو بنگالی ڈکلیئر کر دیا گیا ہے۔ جن کا فیصلہ عدالت کو کرنا تھا کہ وہ بھارتی شہریت کے حق دار ہیں یا نہیں؟ مودی حکومت نے عدالتی فیصلے پر اثرانداز ہونے کے لیے پہلے ہی سے قانون میں ترمیم کر دی۔ کہا جاتا ہے جن دو ملین افراد کو بنگالی کہا گیا ہے، ان میں 12 لاکھ ہندو، جب کہ 8 لاکھ مسلمان ہیں۔ اس قانون کی رُو سے حکومت نے 12 لاکھ ہندوؤں کو شہریت دینے کے لیے دروازے کھول لیے، لیکن مسلمانوں کے لیے یہ دروازہ بند کر دیا۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم نے کہا ہے کہ 'بنگالی قرار دیے جانے والوں کی اکثریت آسام کے قدیم باشندے ہیں۔' آسام میں مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کے لیے انہیں غیر قانونی تارکین وطن قرار دیا گیا ہے۔

بھارتی اپوزیشن جماعتوں نے کہا تھا کہ بھارت ایک جمہوری سیکولر ملک ہے۔ آئین کے مطابق یہاں مذہبی اختلافات اور امتیازات کی اجازت نہیں ہے۔ اپوزیشن نے مطالبہ کیا تھا کہ شہریت بل میں مسلمانوں کو بھی شامل کیا جائے۔ مودی حکومت نے ان کا یہ مطالبہ مسترد کیا۔ مبصرین کے مطابق اس کے بعد اپوزیشن جماعتوں نے چپ کا روزہ رکھا ہے۔ حکومتی اقدامات کے خلاف سخت ردِ عمل نہیں دکھایا گیا۔ بھارت میں اس قانون کی منظوری مذہبی امتیاز پر بننے والا پہلا قانون ہے۔ دوسری جانب پورے بھارت میں اس متعصب قانون کی منظوری کے بعد پر تشدد مظاہرے پھوٹ پڑے ہیں۔ نریندر مودی کے اس قانون کی مذمت کی گئی ہے۔ میڈیا کے مطابق کئی ریاستوں میں مظاہروں کے دوران متعدد افراد جان کی بازی ہار گئے ہیں۔ جس کے سبب وہاں کی مقامی حکومتوں نے ایمر جنسی حالت کا اعلان کر دیا ہے۔ مظاہرین کا مطالبہ ہے کہ بھارتی حکومت مذکورہ مسلم دشمن قانون واپس لے۔ بھارتی آئین کے مطابق وہاں کے شہریوں کو تعصب اور نفرت سے ماوراشہریت کا حق دیا جائے۔

پُر تشدد مظاہروں اور جانی نقصانات کے باوجود بھارتی وزیر اعظم نے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ یہ متنازع ترمیمی بل اب قانون کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کی 16 ریاستوں کی مرکزی حکومتوں نے اعلان کیا ہے کہ ان ریاستوں میں اس قانون پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ بھارت میں اس قانون کی منظوری کے بعد صورت حال خراب ہے۔ حکومت کے خلاف ہزاروں مسلمان مظاہرین سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ جس کی وجہ سے جاپان کے وزیر اعظم نے اپنا دورہ بھارت معطل کر دیا ہے۔ ملک میں موبائل اور انٹرنیٹ کی سہولت بند کر دی گئی، جس کے ساتھ ہی کئی ریاستوں میں تجارتی مراکز بند اور کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ مسلمانوں میں نریندر مودی کی حکومت کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بھارتی وزیر اعظم کے خون میں اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ بھارت میں مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس اقدام سے بھارت ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی ساکھ مجروح کرے گا۔ دونوں سطح پر اس کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوگا۔ سب سے زیادہ تشویش ناک امر یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان بین الاقوامی طور پر احساس کمتری کا شکار ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ مسلم حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان مغلوب ہیں اور دنیا نے ان کی زندگیاں اجیرن کر رکھی ہیں۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو چاہیے وہ مسلمانوں کے درد و غم کا احساس کریں۔ بھارت کے فاشسٹ وزیر اعظم کو آئینہ دکھائیں۔ ان کے گریبان پر ہاتھ ڈالیں کہ ابھی مسلمانوں کے غم خوار موجود ہیں۔ وہ اس مسئلے کو حل کرنے میں اپنا کردار ضرور ادا کریں۔ جلد از جلد بھارتی حکومت سے مسلمانوں کے خلاف ناجائز عزائم کا حساب اور جواب طلب کریں۔

اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو وہ دن دور نہیں، جب بھارت میں بھی مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک ہوگا، جو برما کے وحشی بدھسٹوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ بالکل اسی طرح مسلمان ہندوؤں کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ وہ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالیں گے۔ کئی بھارتی حکمرانوں، خاص طور پر مودی نے کئی مرتبہ کہا کہ وہ 'مسلمانوں سے ہندوستان پر ہزار سالہ اقتدار کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔'

واشنگٹن پوسٹ نے معلومات کیوں افشا کیں؟

شاہد غزنیوال

دسمبر 2019 میں روزنامہ واشنگٹن پوسٹ نے افغانستان میں امریکی یلغار بارے میں بعض ایسی معلومات نشر کی ہیں۔ جن کی رو سے افغانستان میں امریکی کھیل کا پول کھل گیا ہے۔ یہ خفیہ معلومات 2000 صفحات پر مشتمل 400 سے زائد امریکی فوجیوں کے انٹریو مشتمل ہیں۔ یہ گزشتہ اور موجودہ تین صدور جارج بش، بارک اوباما اور ڈونلڈ ٹرمپ کے دور حکومت کی تباہ کاریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ معلومات امریکی منصوبے کا حصہ ہیں، جو اس ناسور جنگ میں ناکامیوں اور کوتاہیوں کے تعین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کا کہنا ہے کہ ان معلومات کو اکھٹا کرنے کے لیے تین سال کا طویل دورانیہ صرف ہوا ہے۔ یہ سب کچھ قانونی طریقے سے کیا گیا ہے، تاکہ عوام کو جنگ کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔

وائٹ ہاؤس ہمیشہ اس جنگ بارے عوام کو غلط معلومات کے جال میں پھنساتا چلا آیا ہے۔ امریکی جنرل جنگ کے نشیب و فراز اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ جنگ اب اُن کے کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے۔ واضح رہے کہ واشنگٹن پوسٹ کی یہ تحقیق کوئی پہلی رپورٹ نہیں ہے۔ اس سے پہلے وکی لیکس اور دیگر مغربی میڈیا نے ان تمام حقائق سے بہت پہلے پردہ اٹھایا تھا۔ کیا اب واشنگٹن پوسٹ نے تمام حقائق افشا کیے ہیں؟ اس حوالے سے ایک شور برپا ہے۔ میڈیا اس جانب متوجہ ہے۔ واشنگٹن پوسٹ نے حقائق بتانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہونے دیا۔ میڈیا کا یہ کہنا بے جا ہے۔ نشر کی گئی معلومات تمام رپورٹ کا ایک حصہ بھی نہیں ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو روزنامہ سالہا سال سے امریکی مفادات کا تحفظ کرتا آ رہا ہو، وہ ایسے رازوں سے پردہ اٹھائے، جس میں امریکا کی رسوائی ہو؟ واقعہ یہ ہے کہ امریکا ایسا مکار اور عیار ہے، جو حقائق کے اظہار کے نام پر حقائق کو مسخ کرتا ہے۔ وہ اپنی شرارت اور بد خصلتی سے صرف ذہنوں کو تشویش میں ڈالتا ہے۔ اب بھی صحیح صورت حال پر نظر دوڑائی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ واشنگٹن پوسٹ کی یہ تحقیق چند گنی چنی معلومات پر مشتمل ہے، جس میں اس جنگ کے چند فوجی، اقتصادی اور انسانی نقصانات کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ امریکا کی ذلت پر مہر لگانے والی معلومات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اس حوالہ سے یہ بھی سوال ہے کہ واشنگٹن پوسٹ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ وہ افغان جنگ کے حقائق سامنے لانے پر مجبور ہے؟ ظاہر ہے یہ کسی سچائی کے پیشِ نظر تو نہیں ہوا۔ اس کا مقصد اس حقیقت کو آشکارا کرنا ہے، جو امریکا کو شکست کی صورت میں پیش آئی ہے۔ لہٰذا وہ اس کے لیے واشنگٹن پوسٹ کی تحقیقات کا سہارا لے رہے ہیں، تاکہ کسی طرح اس ناسور سے جان بخشی ہو۔

انسانی حقوق کا عالمی دن یا یوم ماتم

ابو ظہیر

آج یہ سطور قلم بند کرتے ہوئے دنیا بھر میں انسانی حقوق کا دن منایا جارہا ہے۔ اس حوالے سے انسانی حقوق کی مناسبت سے مختلف ممالک میں سیمینارز اور کنونشنز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ دسمبر 1948 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کے عنوان سے بین الاقوامی چارٹر کی منظوری دی تھی۔ اسے آج کی دنیا میں بین الاقوامی قانون کا درجہ حاصل ہے۔ انسانی حقوق کے اس چارٹر یا مسودہ قانون پر دنیا کے تمام ممالک نے دستخط کر کے اس کی پاس داری اور پابندی کا عہد کر رکھا ہے۔ اس قانون کے تحت بین الاقوامی ادارے اور تنظیمیں پوری دنیا میں کام کرتی ہیں۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کو دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ممالک کی جانب سے شدید رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کی پاس داری کے حوالے سے تمام ممالک سے سالانہ رپورٹس وصول کی جاتی ہیں۔ میڈیا کے ذریعے دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ کن ممالک نے انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسی طرح انسانی حقوق کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کے خلاف مقالے اور مضامین بھی شائع کیے جاتے ہیں۔ ان کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ نیز خلاف ورزی کے الزامات کے بارے میں ان سے سوالات کیے جاتے ہیں۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کے مطابق ان کے کردار کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے متعلقہ حکومتوں کو توجہ دلائی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے ان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔

اکثر اوقات بعض ممالک کے خلاف جوابی اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ ان پر معاشی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ جن ممالک میں بڑی عالمی طاقتوں کے مفادات اور خفیہ معاملات کو خطرات اور چیلنجز درپیش ہوتے ہیں، انہیں فوری طور پر فوجی جارحیت کا نشانہ بنایا جاتا اور طاقت کے استعمال سے انہیں غلام اور محکوم بنایا جاتا ہے۔ فضائی حملوں کے ذریعے ان ممالک کے عوام کو اپنی مرضی کے مطابق فیصلوں کے تابع بنایا جاتا ہے۔ اس طریقے سے کمزور ممالک میں اپنے ہتھیاروں کے تجربات کرنے کا شوق اور ضرورت بھی پوری کی جاتی ہے۔ ایک عالمی عدالت موجود ہے، جہاں ملکوں اور قوموں کے درمیان ہونے والے تنازعات فیصلے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ عدالت فیصلے کرتی اور جو فیصلے اقوام متحدہ کے اصل حاکموں کی مرضی کے مطابق ہوں، ان پر عملدرآمد کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ایک جنرل اسمبلی بھی قائم ہے، جس کا اجلاس سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے سربراہ اور نمائندے آکر جنرل اسمبلی میں اپنی اپنی بھڑاس نکالتے ہیں۔ مسائل پیش کرتے ہیں۔ ان پر بحث ہوتی ہے۔ قرار دادیں بھی پاس ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے کسی پر سلامتی کونسل کی صوابدید اور مرضی سے عمل کی صورت بھی نکل آتی ہے۔ ظاہر ہے سلامتی کونسل جن ممالک سے بنی ہے، در حقیقت وہ خود ہی انسانی حقوق کے قانون کے منشور کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ وہ کبھی بھی اپنے ملک یا اپنے شہریوں یا دنیا میں اپنے استعماری سیاسی حلیفوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کی اجازت نہیں دیتے۔ ایسے تمام اقدامات کو وہ ویٹو کر کے غیر مؤثر کر دیتے ہیں۔

اقوام متحدہ میں فیصلوں کی اصل اتھارٹی سلامتی کونسل ہے۔ جس کے پانچ مستقل ارکان ہیں۔ امریکا، برطانیہ، چین، روس اور فرانس۔ انہیں ویٹو پاور حاصل ہے کہ بین الاقوامی سطح کا کوئی فیصلہ ان پانچ کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی قرارداد اور فیصلے کو ان میں سے کوئی بھی ویٹو کر سکتا ہے۔ اس ویٹو کے بعد اس قرارداد یا فیصلے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔ ان کے علاوہ دس غیر مستقل ارکان ہیں، جو باری باری مختلف براعظموں سے دو دو سال کے لیے منتخب ہوتے

ہیں۔ انہیں ووٹ کا حق حاصل ہے۔ سلامتی کونسل میں انہیں کسی مسئلے پر بحث کرنے اور کوئی مسئلہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن یہ دونوں حق اس وقت اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں، جب پانچ بڑے ممالک میں سے کوئی ایک ویٹو کے لیے ہاتھ کھڑا کر دے۔ اس طرح عملاً اقوام متحدہ کو دنیا کی عالمی حکومت کا مقام حاصل ہے اور یہ ان پانچ ملکوں کی مرضی، مفاد اور صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ کس چیز کو جائز قرار دیں اور کس کو ناجائز کا درجہ دے دیں۔ قوموں، ملکوں اور افراد کا کون سا حق تسلیم کریں اور کس حق پر خط تنسیخ کھینچ دیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو 30 نکات پر مشتمل انسانی حقوق کے عالمی منشور کی منظوری دیتے ہوئے تمہید میں ان کے مندرجہ ذیل مقاصد بیان کیے تھے کہ:

- 'چوں کہ ہر انسان کی ذاتی عزت، حرمت اور انسانوں کے مساوی اور ناقابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہے۔
- چوں کہ انسانی حقوق سے لاپرواہی اور ان کی بے حرمتی اکثر ایسے وحشیانہ افعال کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے، جن سے انسانیت کے ضمیر کو سخت صدمے پہنچے ہیں۔ عام انسانوں کی بلند ترین آرزو یہ رہی ہے کہ ایسی دنیا وجود میں آئے، جس میں تمام انسانوں کو اپنی بات کہنے اور اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہو۔ وہ خوف اور احتیاج سے محفوظ رہیں۔
- چوں کہ یہ بہت ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو قانون کی عمل داری کے ذریعے محفوظ رکھا جائے۔ اگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ انسان عاجز آکر جبر اور استبداد کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور ہوں۔
- چوں کہ اقوام متحدہ کی ممبر قوموں نے اپنے چارٹر میں بنیادی انسانی حقوق، انسانی شخصیت کے حرمت اور قدر، مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کے بارے میں اپنے عقیدے کی دوبارہ تصدیق کر دی ہے۔ وسیع تر آزادی کی فضا میں معاشرتی ترقی کو تقویت دینے اور معیار زندگی کو بلند کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔
- چوں کہ ممبر ملکوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے اشتراکِ عمل سے ساری دنیا میں اصولاً اور عملاً انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں گے اور کرائیں گے۔
- چوں کہ اس عہد کی تکمیل کے لیے بہت ہی اہم ہے کہ ان حقوق اور آزادیوں کی نوعیت کو سب سمجھ سکیں۔
- جنرل اسمبلی یہ اعلان کرتی ہے کہ انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے لیے حصول مقصد کا مشترک معیار ہوگا، تاکہ ہر فرد اور معاشرے کا ہر ادارہ اس منشور کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعے ان حقوق اور آزادیوں کا احترام پیدا کرے۔ انہیں قومی اور بین الاقوامی کارروائیوں کے ذریعے ممبر ملکوں اور ان قوموں میں، جو ممبر ملکوں کے ماتحت ہوں، منوانے کے لیے بتدریج کوشش کر سکے۔'

آج 71 سال کے بعد جب انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جارہا ہے تو دنیا کی بڑھتی ہوئی کشمکش پر ایک نظر ڈال لیں کہ 1945ء میں قائم ہونے والی اقوام متحدہ اور 1948ء میں منظور ہونے والے انسانی حقوق کے عالمی منشور نے دنیا کے تنازعات میں کس حد تک کمی کی ہے اور دنیا کی اس وقت موجودہ سات ارب کی آبادی کی اکثریت کو کون سے حقوق دلوائے ہیں؟ مغرب اور خصوصاً امریکا انسانی حقوق کی منظوری کو مغرب اور امریکا کا کارنامہ قرار دے رہے ہیں۔ اس کے لیے کوشش کرنے والے سابق امریکی حکمرانوں اور سیاست دانوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ امریکا اور مغرب سے ہٹ کر دوسری دنیا کے عوام کے انسانی حقوق کے معاملے میں خود امریکا کا طرز عمل کیا ہے، اس پر روشنی ڈالنے کی انہوں نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں نے انسانی حقوق کے حوالے سے امریکی کردار کے بارے میں گزشتہ پانچ سال کے دوران جو رپورٹس دی ہیں، صرف انہی کو سامنے رکھ لیا جائے تو امریکا کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، افغانستان میں 19 برس سے امریکا جن جرائم کا مرتکب ہوا اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کر رہا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جس سے امریکا کے اس دوہرے معیار کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جو امریکا اپنے عوام کے لیے انسانی حقوق کے احترام کے حوالے سے ایک معیار اور تعریف وضع کر رہا ہے، وہ دیگر ممالک کے عوام کے لیے دوسرا معیار اور تعریف وضع کر رہا ہے۔ جس کے باعث امریکیوں کے ہاتھ انسانیت کے خون سے رنگین ہیں۔ ان کی نظر میں انسانی حقوق کے قانون کے حق دار صرف امریکی عوام ہیں۔ دنیا کے دیگر کمزور اور غریب ممالک کے عوام کے ساتھ امریکا کا سلوک جانب دارانہ اور معاندانہ ہے۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امریکا نے اپنے مفاد کے پیش نظر کبھی بھی انسانیت کی عزت، احترام اور وقار کا خیال نہیں رکھا ہے۔

انسانی برادری اور اقوام کے درمیان مساوات کا جو نعرہ اقوام متحدہ نے 71 برس قبل لگایا تھا، اس کا خود اقوام متحدہ کے باضابطہ فیصلوں کے مطابق حال یہ ہے کہ بالادست پانچ ممالک کسی دلیل یا منطق کے بغیر صرف اپنے مفاد اور صوابدید کی بنیاد پر اقوام عالم کے کسی بھی متفقہ فیصلے کو رد کر سکتے ہیں۔ اگر اس کا نام اقوام و ممالک کے درمیان مساوات اور انصاف ہے تو انصاف، مساوات، جبر، دھونس، ناانصافی اور ہٹ دھرمی جیسے الفاظ کے لیے لغت میں نئے معانی کا تعین کرنا ہوگا۔ غریب اور امیر کے درمیان فرق ختم کرنے اور دنیا کے تمام انسانوں کو مساوی حقوق فراہم کرنے کے لیے اقوام متحدہ کے دعوؤں کا بھانڈا خود اس کی اپنی جاری کردہ اس رپورٹ نے پھوڑ دیا ہے، جو کچھ عرصہ قبل میڈیا میں شائع ہوئی ہے کہ اقوام متحدہ کے 'ادارہ برائے خوراک' نے کہا تھا کہ چند سال پہلے کیے گئے اس وعدے کے باوجود کہ دنیا میں 2015ء تک خوراک کی قلت کو آدھا کر دیا جائے گا۔ ہر 5 سیکنڈ کے بعد ایک بچہ بھوک سے مر جاتا ہے۔ ادارے کی سالانہ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ بھوک کی وجہ سے ہر سال 50 لاکھ بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں بڑھتی ہوئی غربت کو اقوام متحدہ خوراک کی کمی کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی اصل وجہ خوراک کی قلت نہیں، بلکہ وسائل و دولت کی غلط اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ جس نے دنیا کی ایک بڑی آبادی کو غربت اور فقر و فاقے کی دلدل میں دھکیل رکھا ہے۔ چوں کہ اقوام متحدہ کے بڑے اجارہ دار خود اس غیر منصفانہ تقسیم کے سب سے بڑے محرک ہیں، اس لیے اقوام متحدہ کے ادارۂ خوراک کو اس کے تذکرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ اس مسئلے کا کوئی حل پیش کرنے کے بجائے اپنی مذکورہ رپورٹ میں صرف یہ کہہ کر رہ گیا کہ امیر مالک کو چاہیے کہ اس سلسلے میں مزید کام کریں۔

اسلامی دنیا کے ساتھ مغربی دنیا اور خصوصاً امریکا کا جو طرز عمل ہے، اسلام کو جس طرح معاندانہ پروپیگنڈے اور رویے کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس کا اعتراف خود اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے چند سال قبل ایک خطاب میں کیا تھا۔ کوفی عنان ہی سے پوچھ لیا جائے کہ کیا اس مسئلے کو اقوام متحدہ کے کسی بااختیار ادارے میں باضابطہ طور پر ڈسکس کیا جا سکتا ہے تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ جائیں گے۔ طاقت کے سامنے اقوام متحدہ کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ امریکا نے اقوام متحدہ سے پوچھے بغیر جھوٹے الزامات کی بنیاد پر عراق پر حملہ کر دیا۔ وہاں لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے علاوہ عراق میں باضابطہ طور پر تسلیم کی جانے والی حکومت کو طاقت کے بل پر ختم کر دیا۔ اقوام متحدہ امریکا کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے اسی کے پیچھے چلے جا رہا ہے۔ جب کہ اسرائیل کھلم کھلا اقوام متحدہ کی قراردادوں اور عالمی عدالتِ انصاف کے فیصلوں کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ اقوام متحدہ نے دھیان دوسری طرف کر رکھا ہے۔

آج افغانستان سے فلسطین تک عالم اسلام کی مسلسل حق تلفی ہو رہی ہے۔ امریکا مسلمانوں کے خلاف خطرناک ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال کر رہا ہے۔ غریب ممالک کا معاشی قتل عام کیا جاتا ہے۔ مختلف ممالک کے شہریوں کے سیاسی حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔ دنیا کے معاشی وسائل پر چند ملکوں کے قبضے اور اجارہ داری جیسے ان سب مسائل کے باوصف اقوام متحدہ بڑی طاقتوں بالخصوص امریکا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے۔ چناں چہ اس کا انسانی حقوق کا یہ چارٹر عملاً محض ایک ہتھیار ہے، جس کے بل بوتے امریکا اپنے سیاسی، فوجی اور معاشی مخالفین کی سرکوبی اور سرزنش کر رہا ہے۔ ان حالات میں ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ انسانی حقوق کا عالمی دن انسانی حقوق کے چارٹر کے لیے یادگار تو ہے، لیکن یہ اس کی منظوری پر خوشی منانے کا نہیں، بلکہ اس کی پامالی اور بے حرمتی پر ماتم کرنے کا دن ہے۔ دنیا پر چند ملکوں کی اجارہ داری کا ماتم، غریب ممالک و اقوام کی بے بسی کا ماتم، عالم اسلام کے مسلسل استحصال کا ماتم، دنیا کے معاشی وسائل پر چند ملکوں کے قبضے کا ماتم، مسلم دنیا میں ہر طرف بکھری لاشوں کا ماتم، دنیا میں ہر طرف بھوک سے بلکتے اور تڑپتے انسانوں کا ماتم اور جبر تلے کراہتے ہوئے شہریوں کے سیاسی حقوق کا ماتم... اسلامی دنیا امریکا اور مغرب کے مظالم کی شکار ہے۔ وہ لاشیں اٹھانے میں مصروف ہے۔ مشرق وسطی، افغانستان اور دیگر ممالک کی صورت حال دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان حالات میں اقوام متحدہ کا کردار نہ صرف غیر منصفانہ ہے، بلکہ قابل مذمت بھی ہے۔ لہٰذا ان حالات میں انسانی حقوق کا عالمی دن منانا نہ صرف انصاف نہیں ہے بلکہ انسانیت کی توہین بھی ہے۔

بگرام حملے کا پیغام

خوشحال غزنوی

بگرام ائیر بیس افغانستان میں امریکی فوج کا سب سے بڑا فوجی اڈہ ہے۔ یہ دو حوالوں سے دنیا میں شہرت رکھتا ہے۔ ایک امریکی فوجی اڈہ اور دوسرا بدنام زمانہ عقوبت خانہ، جسے افغانستان کا 'ابو غریب' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کابل سے 70 کلومیٹر کے فاصلے پر صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں واقع ہے۔ 11 دسمبر کی صبح 6 بجے یہاں ایمان اور مادیت کی دو قوتوں کا وہ تاریخی معرکہ ہوا، جس نے پوری امت مسلمہ سمیت افغانستان کے مظلوم عوام کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ دنیا کے سامنے ثابت کیا کہ ایمان کے مقابلے میں ٹیکنالوجی کے بت کو کس طرح ریزہ ریزہ کیا جاسکتا ہے۔

ضلع بگرام صوبہ پروان کے صدر مقام 'چاریکار' سے 11 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسی بنیاد پر یہاں تعمیر ہونے والے فوجی اڈے، ائیر پورٹ اور جیل کو اسی ضلع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 6 لاکھ 31 ہزار 750 مربع کلومیٹر پر پھیلے اس صوبے کو سب سے پہلے 329 قبل مسیح میں سکندر اعظم نے دریافت کیا۔ 729ء میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ جب کہ 1221ء میں یہ صوبہ منگولوں اور خوارزمی شہنشاہوں کے درمیان میدان جنگ بنا رہا، جس میں چنگیز خان کو شکست ہوئی۔ اس کے علاوہ ابن بطوطہ نے بھی 1333ء میں اس علاقے کا سفر کیا تھا۔ اس نے اپنے سفر نامے میں اس علاقے کا ذکر کیا ہے۔

یہاں سب سے پہلا ائیر پورٹ 1950 کی سرد جنگ کے دوران تب تعمیر کیا گیا، جب امریکا اور سوویت یونین افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش میں تھے۔ جس وقت امریکا افغانستان میں ائیر پورٹ بنا رہا تھا، اس وقت سوویت یونین کیوبا کے جزیروں پر فیڈرل کاسترو کے ساتھ مصروف عمل تھا۔ 1959ء اس وقت کے افغان وزیر اعظم داؤد خان نے امریکا کا دورہ کیا، جس کے بعد امریکی صدر آئیزن ہاور بھی افغانستان کے دورے پر آئے اور ان کا طیارہ کابل کے بجائے بگرام ائیر پورٹ پر اترا تھا، جہاں افغان صدر ظاہر شاہ اور وزیر اعظم داؤد خان نے ان کا استقبال کیا۔

1976ء میں یہاں 10،000 فٹ لمبا رن وے تعمیر کیا گیا۔ 1980ء کی دہائی میں اس ائیر پورٹ نے روس کے لیے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ جہاں سے فوجیوں کے لیے سپلائی اور آپریشنز کے لیے تیاری کا کام لیا جاتا تھا۔ بگرام سوویت جارحیت پسندوں کی پہلی آرام گاہ بھی ہوتی تھی۔ روس سے آنے والا ہر فوجی دستہ پہلے یہاں ٹھہرتا تھا۔ اس کے بعد دوسرے متعلقہ مراکز میں اسے بھیج دیا جاتا تھا۔

2001ء میں افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد بھی اس اسٹریٹیجک اڈے کی اہمیت میں کمی نہیں آئی۔ امریکا نے اسے اپنا پہلا مسکن بنایا۔ فوجی اڈے کو توسیع دیتے ہوئے اسے کئی ایکڑ پر پھیلا دیا۔ پہلے رن وے کے ساتھ دوسرا رن وے بھی تعمیر کیا گیا، جس پر دنیا کا کوئی بھی بڑا جہاز لینڈ کر سکتا ہے۔ یہاں امریکی فوج کو وہ تمام سہولیات مہیا کی گئیں، جو اسے کسی بھی ترقی یافتہ ملک میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ طبی امداد، فوجی ٹریننگ، انٹرٹیمنٹ اور کھیل کود کی تمام سہولیات کے ساتھ یہ اڈہ افغان سرزمین پر امریکا کا مرکزی اڈہ بن گیا۔

2006ء میں بش دور حکومت میں یہاں ایک جیل بنائی گئی، جو صرف طالبان قیدیوں کے لیے خاص تھی۔ ذرائع کے مطابق اس وقت جیل میں تقریباً 3 ہزار افراد زیر حراست ہیں۔ طالبان نے اس اڈے کی اہمیت اور وہاں تعینات امریکی فوج کو اس اڈے میں سکھ کا سانس لینے نہیں دیا۔ مسلسل اس اڈے کو اپنا ہدف بنائے رکھا ہے۔ مختلف اوقات میں اڈے پر میزائل حملے، فدائی حملوں اور بارودی سرنگوں کے ذریعے اڈے سے نکلنے والے فوجیوں کو 'لاشوں' کی شکل میں واپس امریکا بھیج دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے امریکی فوجیوں نے اب اپنی زمینی نقل و حرکت یا تو بالکل بند کر دی ہے یا پھر بہت محدود... اس صورت میں میزائل حملے اور فدائی حملے واحد آپشن رہ جاتا ہے۔ جسے طالبان بخوبی نبھا رہے ہیں۔

اگر 2019 کے نومبر اور دسمبر میں اس اڈے پر طالبان کے حملوں کی تفصیلات دیکھیں تو اس اڈے پر 15 حملے کیے گئے ہیں۔ جن میں 12 حملے اڈے پر میزائل اور مارٹر گولوں کے تھے، جب کہ باقی حملے دوسری نوعیت کے تھے۔ ان حملوں میں 10 نومبر کو بگرام اڈے کی سیکیورٹی پر مامور اہل کاروں پر داخلی دروازے کے ساتھ دھماکہ بھی شامل ہے۔ یکم دسمبر کو گیٹ نمبر تین کے ساتھ واقع پارکنگ میں کئی دھماکے کیے گئے، جس کے نتیجے میں 65 گاڑیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ یہ گاڑیاں بگرام ائیر بیس سے منسلک دوسرے مراکز میں خوراک اور طبی امداد پہنچانے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ جب کہ سب بڑا اور تباہ کن حملہ 11 دسمبر کا حملہ تھا، جس نے وہائٹ ہاؤس اور کابل کے ایوانوں میں کھلبلی مچا دی تھی۔ وہ حملہ صبح 6 بجے شروع ہوا اور رات دس بجے تک جاری رہا۔ اس میں دنیا کی تمام تر ٹیکنالوجی سے لیس اور پوری دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے ملک کے فوجیوں کا وہ حشر ہوا، جس کا انہوں نے خواب بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اسی خوف کا اظہار ایک امریکی نے اپنی ٹویٹر پر یوں کیا کہ 'میں نے زندگی میں اتنا زوردار حملہ نہیں دیکھا۔ دھماکے سے بگرام ائیر بیس اور فوجی کیمپ میں تباہی مچ گئی۔

دجالی میڈیا میں یہ پروپیگنڈا بھی کیا جاتا رہا کہ طالبان نے امریکی فورسز پر حملے نہ کرنے کی حامی بھر لی ہے۔ طالبان نے بگرام حملے سے ثابت کیا کہ مذاکرات میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے اور فریقین کے دستخط کے بعد جنگ بندی کے آپشن پر غور ہوگا۔ اس کے علاوہ کسی بھی طرح جنگ بندی کا امکان نہیں ہے۔ بگرام حملہ امریکا کے لیے واضح پیغام ہے کہ کئی عشرے کی جدوجہد کے بعد بھی وہ اپنے سب سے بڑے اور اہم فوجی مرکز کو طالبان کے حملوں سے بچانے میں مسلسل طور پر ناکام ہے۔ اس لیے چاہیے کہ وہ از جلد اپنی فوج کے انخلا پر غور کرے۔ تاکہ اس خطے میں بھڑکی ہوئی آگ بجھائی جاسکے۔ بصورت دیگر صلیب کے پجاری اس سے بھی شدید حملوں کے انتظار میں رہیں۔

کمیونسٹ اور سیکولرز سے چند سوالات

عبدالرقیب

ڈاکٹر نجیب اللہ کی ایک ویڈیو دیکھی، جس میں وہ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ 'اسلام کی اساس دو چیزوں پر ہے۔ زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق! زبان سے ہم اقرار کر رہے ہیں کہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' اور دل کی تصدیق تو صرف اللہ جانتا ہے۔ آپ لوگوں نے تو اسلامی احکام اور معیارات پر قبضہ کر رکھا ہے، جس کو مرضی اچھا مسلمان کہہ دیتے ہو، جس کو مرضی بُرا بنا دیتے ہو۔ کسی کو ثواب کا لالچ دیتے ہو اور کسی کو سزا سے ڈراتے ہو۔'

کمیونسٹ نجیب اللہ کی طرح ان کے تمام اساتذہ، ساتھی اور موجودہ ہم فکر لوگوں کا بھی یہی نظریہ ہے۔ آج جو لوگ جمہوریت کے سائے تلے زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ بھی اسلام کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلام کا اقرار کرتے ہیں، لیکن زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزاریں گے اور کوئی ہم سے یہ حق چھین نہیں سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ میں آئین کو مانتا ہوں اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں، لیکن ملک میں اپنی مرضی کے مطابق رہوں گا۔ میری عمر پندرہ یا بیس سال کیوں نہ ہو، لیکن مجھے صدارتی انتخابات میں حصہ لینا چاہیے۔ اگر چالیس سالہ افراد انتخاب میں حصہ لے سکتے ہیں تو میرا بھی حق ہے، اگرچہ مجھے پتہ ہے کہ آئین میں چالیس سال سے کم عمر شخص نامزد نہیں ہو سکتا۔ کوئی کہے کہ میری عمر پندرہ سال ہے اور مجھے پتہ ہے کہ 18 سال سے کم عمر شخص ووٹ کاسٹ نہیں کر سکتا، لیکن میں ووٹ ضرور کاسٹ کروں گا۔ اگر کوئی کہے کہ حکومت کی جانب سے میڈیا کے لیے بنائی گئی پالیسی کو مانتا ہوں۔ میڈیا کے لیے محدود آزادی کو بھی مانتا ہوں، لیکن میں تمام پروگرام اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق کروں گا۔ میں انفرادی مفاد کی خاطر ملک کے مفاد کو داؤ پر لگا کر پروگرام کروں گا۔ کیوں کہ کمانا میرا بنیادی حق ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں، جو دین کو ہلکا سمجھنے والوں کی فکری و عملی زندگی کو واضح کرتی ہیں۔ ہر شخص ان کے بارے میں یہی کہے گا کہ ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے؟ انہیں کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہیے۔ مذکورہ افراد تو آپ کے جمہوری قانون میں ہی کوئی غدار، کوئی غیروں کا ایجنٹ، کوئی قانون شکن قرار پائے گا اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے جائے گا۔ کوئی بھاری جرمانہ بھرے گا۔ کسی کا بینک اکاؤنٹ منجمد ہو جائے گا۔ یہ سب اس لیے کہ آپ بھی صرف زبانی اقرار کو تب تک قبول نہیں کرتے، جب تک اس پر عمل نہ ہو۔

سوال یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں صرف زبانی اقرار پر اکتفا کیوں؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ اسلامی احکام مانتے ہیں تو پھر اسلامی احکام کو صرف زبانی حد تک کیوں کافی سمجھ لیا گیا ہے؟ جب کہ دوسری جانب حکومتی قوانین کو ماننے کے ساتھ بھی ان پر عمل کو بھی ضروری سمجھتے ہو۔ اسلام کا یہ واضح حکم ہے کہ کفار کے ساتھ دوستی نہ کی جائے۔ آپ نے مسلمانوں کے خلاف دنیا کے مختلف کافر ممالک کے ساتھ دوستی کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔ آپ ہی کے جمہوری قوانین میں اس پر مکمل پابندی کیوں ہے؟ سود اسلام میں قطعی حرام ہے۔ اس کو حرام نہ سمجھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ آپ نے کیوں اس کی قانونی طور پر اجازت دی ہے؟

سب سے اہم بات یہ کہ اسلام میں دوسروں کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آپ کس قانون کے تحت اپنے مخالفین کو خود اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کی مدد سے قتل کرنے کے مشن پر ہیں؟ ہم چاہتے ہیں آپ اپنے ساتھ انصاف کریں۔ اپنے بنائے ہوئے قوانین کے صرف ماننے والے کو اس وقت تک نہیں بخشتے، جب تک وہ اس پر مکمل طور پر عمل پیرا نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قوانین پر بھی عمل کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ کوئی آپ کا قانون توڑے تو وہ سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کا بھی یہی حق ہے کہ اس کو توڑنے والے کو سزا دینی چاہیے۔

اشرف غنی جنگ کے حامی

شاہد غزنیوال

28 اکتوبر کو چین کی میزبانی میں دارالحکومت بیجنگ میں ایک بین الافغانی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس سے ایک دن قبل اشرف غنی نے اعلان کیا کہ انہوں نے 7 نکات پر مشتمل ایک مسودہ تیار کیا ہے، جس میں امریکا کے ساتھ مذاکرات سمیت افغان مسئلے کے حل کے لیے تمام امور کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کانفرنس چند دن کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ اشرف غنی امن کے نام پر جنگی مسودہ تیار کر کے اسے دنیا اور افغان قوم کو امن کے فارمولے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ کابل انتظامیہ نے پچھلے سال بھی اسی قسم کی ایک پالیسی کا اعلان کیا، جس کی تائید کے لیے امریکا سمیت مکہ وجدہ اور انڈونیشیا میں مذہبی کانفرنسز کا انعقاد کروایا گیا، جس میں چند درباری اور نام نہاد صوفیا شریک ہوئے، تاکہ ان سے جہاد اور مجاہدین کے خلاف فتویٰ حاصل کیا جا سکے۔

اشرف غنی کے اس منصوبے کو کئی امریکی درباری روحانی شخصیات کی تائید بھی اسے حاصل تھی۔ انہوں نے اس مرتبہ اپنے منصوبے کا اعلان ایک ایسے وقت میں کیا، جہاں طالبان اور فغانستان کے نامور سیاست دان، بزرگ اور صحافی حضرات کی ایک مشترکہ کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں مکمل تھیں، تاکہ وہ افغان مسئلے کے حل کے بارے میں قریبی طور پر تبادلہ خیال کر سکیں۔ اشرف غنی نہیں چاہتے کہ محض ایک دن کے لیے افغانستان میں جنگ بندی ہو۔ کیوں کہ ان کی حکومت اس جنگ ہی کا نتیجہ ہے، جس کے دوام میں اس حکومت کی بقا ہے۔ اگر جنگ ختم ہو تو کل ہی یہ کٹھ پتلی حکومت گر جائے گی۔ اس لیے اس کی تمام توجہ افغانستان میں جنگ کو طول دینے پر مرکوز ہے۔ اگر اشرف غنی خود کوئی منصوبہ بناتے ہیں تو بھی اس کا مقصد جنگ ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے آقا کی کسی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو بھی اس وجہ سے کہ جنگ مزید شدت اختیار کر جائے۔

اشرف غنی کی حکومت کی بنیاد جنگ پر رکھی گئی ہے۔ اس کی بقا افغان عوام کا خون بہانے میں ہے۔ مستقبل بھی جنگ سے وابستہ ہے۔ یہ نئی پالیسی بظاہر امن کے نام پر پیش کی جا رہی ہے، حقیقت میں امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا وہ فارمولا ہے، جسے پینٹاگون اور سی آئی اے کے جنگجو جرنیلوں نے ترتیب دیا ہے۔

ہندوستانی جمہوریت اور ہندوستانی عدالتیں

جسن روی

تقریباً 27 سال قبل متعصب ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہونے والی بابری مسجد جس کا کیس 8 سالوں سے ہندوستانی عدالتوں میں چل رہا تھا۔ بالآخر ہندوستان کی عدالت نے یہ مسجد ہندوؤں کو دینے کا فیصلہ دے دیا اور اس طرح اس ملک میں عدلیہ کی آزادی کا جھوٹ بھی پوری دنیا کے سامنے واضح کر دیا۔ سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ مسلمان یہ ثابت نہیں کر سکے کہ 1528ء میں جب سے یہ مسجد بنی تھی 1857ء تک اس میں نمازیں ادا کی جاتی رہیں۔

سپریم کورٹ نے مزید کہا کہ دوسرے فریق یعنی ہندوؤں کے پاس بھی اس زمین کی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ عدالت نے کہا کہ 1992 میں گرائے جانے والی بابری مسجد کی زیر زمین کی جب تلاشی لی گئی تو اس میں ہندوؤں کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

چار ایکڑ سے زیادہ کی یہ زمین ہندوستانی سپریم کورٹ نے ہندوؤں کو دے دی جس کے بدلے میں ہندوستانی حکومت نے ایودھیا کے کسی اور مقام پر مسجد بنانے کے لیے 10 ایکڑ کی زمین مسلمانوں کو دے دی۔

اسی طرح سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے لیے 3 ماہ کے اندر حکومت ایک وقف ادارہ بنائے گی جس کا ایک رکن وشوا ہندو پریشد نامی اس متعصب شدت پسند تنظیم سے بھی لیا جائے گا جس کے قبضے میں اب بابری مسجد ہے۔

محترم قارئین! آپ دیکھ لیں۔ سپریم کورٹ کا یہ مطالبہ کہ مسلمان یہ ثابت کریں کہ اس مسجد کے بننے کے بعد یہاں نمازیں پڑھی گئی ہیں کتنا بے انصافی پر مبنی اور شرمناک ہے؟! پوری دنیا جانتی ہے کہ مساجد مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ نماز وہ اہم عبادت ہے جس کے لیے مسجدیں بنتی ہیں۔

اگر بابری مسجد میں مسلمان نمازیں ادا نہیں کر رہے تھے تو کیا کر رہے تھے اور یہ کس لیے بنائی گئی تھی؟

کیا یہ سوال معقول ہے کہ جن لوگوں نے نماز کے لیے مسجد تعمیر کی تھی اب ان کی نمازوں کے لیے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد ثبوت مانگے جائیں۔ عدالت نے یہ واضح کیوں نہیں کیا کہ 1528ء سے 1857ء تک بابری مسجد میں نمازیں ادا نہیں کی گئیں تو یہاں کیا ہوتا رہا؟ یہ بنی کس لیے تھی؟ اسے مسلمانوں کی تاریخی مسجد کیوں کہا جاتا ہے؟ یہ ثابت کرنا کہ مسلمانوں نے یہاں نماز پڑھی ہو، اس کا کیا مطلب ہے؟ کوئی مسجد ایسی بھی ہوتی ہے جو بنی ہو مگر اس میں نماز نہ پڑھی گئی ہو؟ مسلمان مساجد بناتے کس لیے ہیں؟

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ سپریم کورٹ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ 1992 میں بابری مسجد کا گرانا قانون کی صریح مخالفت تھی اور اسی طرح 1949ء میں مسجد میں بتوں کا لانا ہندوؤں کی جانب سے ایک غیر قانونی اقدام تھا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ سپریم کورٹ بابری مسجد کو تسلیم کرتی ہے اور اس کا اعتراف کرتی ہے کہ بابری مسجد کا گرانا اور اس میں بتوں کا لانا دونوں ناجائز امور تھے مگر یہی عدالت پھر اس مسجد کی پوری زمین ہندوؤں کو دیتی ہے اور اسے ناروا اور غیر قانونی قرار دیتی ہے۔

اشوک کمار گنگولی بھارتی سپریم کورٹ کے سابق جج ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس ملک میں کئی نسلوں نے یہ دیکھا ہے کہ ایودھیا میں بابری مسجد کے نام سے ایک مسجد تھی جس میں مسلمان نماز ادا کر رہے تھے اور کچھ سال قبل ہندوؤں نے اسے گرا دیا ہے۔ جناب گنگولی کہتے ہیں کہ 1949 میں جب ہمارا قانون بن رہا تھا اسی وقت یہاں مسلمان نماز ادا کر رہے تھے۔ گنگولی کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان کبھی بھی یہ ثابت کر کے نہ دیں کہ یہاں نمازیں پڑھی گئی ہیں تو پھر بھی کیا

مسلمانوں کا عبادت خانہ ان سے لینا اور اس میں مندر تعمیر کرنا صحیح ہے؟ گنگولی کا کہنا ہے کہ وشواہندو پریشد ہندوؤں کی متعصب تنظیم کہتی ہے کہ ہندوستان کے جس مقام پر بھی ہم چاہیں مسلمانوں کی مسجد گرا سکتے ہیں۔ متعصب ہندو اس لیے ایسا کہہ رہے ہیں کہ پہلے تو صرف حکومت ان کے پشت پر ہوتی تھی اور ان کی حمایت کرتی تھی، مگر اب عدالتیں اور سیاسی تنظیمیں بھی ان کی طرف داری کرتی ہیں اور اس کے پشت پر ہیں۔

بلاشبہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے نے یہ بات ثابت کردی کہ ہندوؤں میں مذہبی تعصب اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے۔ ہندوستان کے حالیہ الیکشن کے لیے ہونے والی مہم کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ الیکشن کیمپین نہیں بلکہ یہاں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم تحریک ہے۔ حکمران تنظیم بی جے پی کے رہنما ہندوؤں کے ووٹ لینے کے لیے مسلمانوں کے خلاف اپنے جلسوں اور میڈیا میں زہریلی اور شرانگیز گفتگو کررہے تھے۔

چونکہ ہندو بہت زیادہ شر پسند ہیں۔ اپنے مذہب کے علاوہ ہر مذہب خصوصا اسلام سے ان کی دشمنی انتہائی زیادہ ہے۔ اور پاکستان کے خلاف ان کی نفرت حد سے بڑھ کر ہے۔ بی جے پی اور دیگر متعصب تنظیموں کے رہنما متعصب ہندوؤں کے اسی تعصب کا استعمال کرتے ہوئے اپنے جلسوں، الیکشن مہم کے مظاہروں اور لوگوں کے ساتھ خصوصی ملاقاتوں میں ہندوستانی مسلمانوں کو دہشت گرد اور پاکستانی ایجنٹ کہا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ الیکشن کے بعد ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے سر گنجا کردیں گے اور انہیں ہندو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کردیں گے۔ ہندوؤں کو مزید جذبات میں لانے کے لیے ان تنظیموں کے رہنما بابری مسجد کی شہادت پر خوشی اور فخر کا اظہار بھی کرتے رہے اور بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کا وعدہ بھی کرتے رہے۔ بی جے پی کے ایک اہم رہنما سادھو پرکیہ بہادر نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے بہت واضح الفاظ میں کہا کہ بابری مسجد میں نے گرائی ہے، میں اس پر فخر کرتا ہوں اور میں اس کی جگہ رام مندر تعمیر کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ ہندوستان کی تقسیم کے 70 سال ہوگئے مگر افسوس کہ اب تک ہمارا ملک سیکولر ہے۔ ہمارا نظام مذہب کے تابع نہ ہوسکا۔ آپ مودی صاحب کو ووٹ دیں ہم مودی کی آئندہ حکومت میں ہندوستان کو ہندوؤں کا ملک بنادیں گے۔ نظام کو مذہبی اصولوں کے مطابق کردیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ کون ہمارا راستہ روکتا ہے؟

بی جے پی کے دوسرے رہنمار نجیت بہادر شری واستو نے بھی الیکشن مہم کی ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس ملک اور نظام کا غدار قرار دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہندو مسلمانوں کی نسل تباہ کرنا چاہتے ہیں تو مودی کو ووٹ دیں۔ انہوں نے سرعام مسلمانوں کا شدید ہتک کیا اور کہا کہ آئندہ الیکشن میں کامیابی کے بعد بی جے پی چین سے ایک لاکھ شیور مشین درآمد کرے گی۔ تاکہ اس سے مسلمانوں کے بال گنجے کیے جائیں اور انہیں ہندو مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے نعرے نے بھارتیہ جنتا پارٹی کو گذشتہ 30 سالوں میں بھارت میں بہت مقبول بنادیا۔ رام مندر بنانے کی تحریک سے قبل پارلیمنٹ میں اس تنظیم کے صرف دو اراکین ہوتے تھے مگر بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا یہ جذباتی نعرہ لگانے کے بعد یہ تنظیم اتنا آگے آئی ہے کہ اب پارلیمنٹ میں اس کے 302 اراکین ہیں۔ ملک پر اسی تنظیم کی حاکمیت ہے۔ یہ ہندوؤں میں تعصب کے شدید اضافے کی علامت ہے۔ یہی بھارت کی تباہی اور آئندہ کی تقسیم کا باعث ہوگا۔

ہندوستان جو اپنی عدلیہ کو آزاد قرار دیتا ہے سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اور خصوصا اس فیصلے پر بینچ کے پانچوں اراکین کا اتفاق انتہائی تعجب خیز ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ نے اس فیصلے پر بھارتیہ جنتا پارٹی اور نریندر مودی کو ایسا ہتھیار تھمادیا ہے جسے وہ سالوں تک اپنی کامیابی کے لیے استعمال کریں گے۔ بھارتی سپریم کورٹ نے ہندوستان کی جمہوریت اور مذہبی آزادی کا دعوی جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ اس فیصلے پر ہندوستانی مسلمانوں نے شدید ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ سنی وقف بورڈ، جماعت اسلامی ہند، جمعیت علماء ہند اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مختلف جماعتوں نے کہا ہے کہ اس فیصلے کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے مگر وہ اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہیں۔

ابھی جب بھارت میں "ہند صرف ہندوؤں کا" کے نعرے لگائے جارہے ہیں اور صرف متعصب ہندوؤں کی تحریک نہیں بلکہ ہندوؤں میں اپنی مقبولیت

بڑھانے کے لیے بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنما بھی عام اجتماعات میں اعلان کر رہے ہیں کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے اور اس میں صرف ہندو ہی رہنے کے قابل ہیں۔ ہندوستان میں متعصب ہندوؤں نے تعصب کی یہ فضا قائم کردی ہے کہ اب ایک سیاسی تنظیم بھی مسلمانوں کی حمایت میں آواز نہیں اٹھاتی۔ یہاں تک کہ وہ کانگرس جس کے سربراہ نہرو نے 1949ء میں بابری مسجد میں بتوں کے لانے کے واقعے کی شدید مذمت کی تھی، اب یہ تنظیم بھی خاموش ہے اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والے تمام اقدامات پر اس نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اس لیے مسلمان صرف اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

بھارتی سپریم کورٹ کی جانب سے ایودھیا کی بابری مسجد ہندوؤں کو دینے کے فیصلے نے اب پوری دنیا میں اس کے جمہوریت اور سیکولرازم کے دعووں کی حقیقت واضح کردی۔ اس لیے پوری دنیا پورے یقین سے یہ کہتی ہے کہ سیکولر ہند اب مر چکا ہے۔ عالمی سطح پر معروف اخبارات اور جرائد نے بھی واضح الفاظ میں بھارت کو سیکولر ملک قرار دینے سے انکار کردیا ہے اور اب ہندوستان کو متعصب ملک قرار دیتے ہیں۔

واشنگٹن پوسٹ نے ہندوستانی عدالت کے اس فیصلے کے بعد لکھا تھا کہ بھارت اب ہندوؤں کا ملک بن چکا ہے اور اس ملک کو آزادی دلانے والوں اور بانیوں نے اس ملک کو سیکولر اور جمہوری ملک بنانے کے جو وعدے کیے تھے وہ اب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ نیویارک ٹائمز کہتا ہے کہ بھارتی سپریم کورٹ نے مودی اور اس کے پیروکاروں کو فاتح بنادیا۔ اب یہ ملک ہندوؤں کا ملک بن چکا ہے اور سیکولرازم سے دوری مودی کے لیے بہت آسان ہو چکی ہے۔

وال سٹریٹ جنرل لکھتا ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب متعصب ہندوؤں نے اپنی حکومت پر دباؤ بڑھادیا ہے کہ صرف ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کرے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے لیے یہ بڑے آزمائش کے لمحات تھے کہ وہ ملک میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اپنی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں؟ یا ہندوؤں کے دباؤ کے آگے ہتھیار ڈالتے ہیں اور ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں؟ مگر افسوس کہ بھارتی سپریم کورٹ اس آزمائش میں ناکام ہوگئی اور وہ سب کچھ کردیا جس پر ہندو خوش ہو رہے تھے۔

بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر کے لیے جب عدالتوں سے مسلمانوں نے رجوع کیا تو اسی دن سے متعصب ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے شروع کردیے اور بھارت میں فسادات کا نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس لیے کسی بھی عدالت نے مسلمانوں کو مسجد کی دوبارہ تعمیر کی اجازت نہیں دی۔ کیوں کہ بابر مسجد کے حوالے سے اگر کوئی اپنی رائے متعصب ہندوؤں کی رائے کے خلاف ظاہر کرتا تو اسے شدید رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا۔ گارجین نام کے مشہور اخبار نے لکھا ہے کہ 2014 میں جب بی جے پی کامیاب ہوگئی اور مودی وزیر اعظم بن گئے تو اسی وقت سے بابری مسجد بنانے کی بات متعصب ہندوؤں کے لیے اہم موضوع بن گیا اور اس حوالے سے ان کے مطالبات شروع ہوگئے۔

یہ بات ہر کسی کے علم میں ہے کہ دسمبر 1992 میں جب بابری مسجد پر متعصب ہندوؤں نے حملہ کیا اور مسجد کو شہید کیا تو اس وقت اس کی قیادت بی جے پی کے رہنما اور ارکان کر رہے تھے۔ مسجد کی شہادت کے بعد فسادات ہوگئے جس میں 2 ہزار مسلمان شہید ہوگئے۔ بی جے پی کے کئی رہنما اب تک اس قتل عام کے جرم میں عدالتوں میں طلب کیے جا رہے ہیں۔ ہندوؤں کو بابری مسجد کی زمین کے دینے کے بعد آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین نامی مسلمانوں کے اتحاد کے سربراہ اسد الدین اویسی نے بہت اچھا سوال اٹھایا ہے۔ کہا ہے کہ اگر بابری مسجد غیر قانونی طریقے سے تعمیر ہوئی ہے تو پھر سابقہ وزیر داخلہ اور بی جے پی کی بنیاد رکھنے والی شخصیت ایل کے ایڈوانی اور دیگر رہنماؤں کے خلاف عدالتوں میں کیسز کیوں چل رہی ہیں۔ اگر بابری مسجد کی تعمیر قانونی امر تھا تو پھر کیوں اسے ان لوگوں کے حوالے کیا گیا جنہوں نے اسے توڑا تھا؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ فیصلہ قانونی تقاضوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ بھارتی حکومت کی متعصبانہ پالیسی کے نذر ہوگیا۔ ہندوستانی عدالت نے دنیا کو یہ دکھادیا کہ ہندوستان میں صرف ہندو رہنے کا حق رکھتے ہیں، یہی ان کا وطن ہے اور اسی میں ان کو تحفظ ملے گا۔ ہندوؤں کے علاوہ کوئی بھی یہاں نہ رہے گا اور نہ اس کی جان ومال اور عزت محفوظ ہوں گے۔

19 سالہ جنگ کی خفیہ دستاویزات

سلطان محمد

گزشتہ ماہ امریکا کے ایک معروف جریدے واشنگٹن پوسٹ نے سیگار کی 2000 صفحات کی خفیہ رپورٹ منظر عام پر لائی ہے، جس میں جنگ کے گزشتہ سالوں کے وہ حقائق درج ہیں، جنہیں امریکی حکومت نے ہمیشہ میڈیا اور اپنے عوام سے خفیہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس رپورٹ میں افغان جنگ کے دوران آنے والے امریکی صدور بش، اوباما اور ٹرمپ سمیت فوجی جنرلز کو بھی ناکام قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ ان لوگوں نے افغان جنگ کی اصل صورت حال عوام سے خفیہ رکھی تھی۔ واشنگٹن پوسٹ نے جنرل ڈگلس لوٹ کے بیان کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ڈگلس جارج بش اور بارک اوباما کے دور حکومت میں افغان جنگی امور میں وہائٹ ہاؤس کے مشیر تھے۔

انہوں نے 2015ء میں کہا تھا 'امریکا کو افغانستان میں یہ سمجھ نہیں آرہی کہ وہاں کیا کرنا ہے اور وہ وہاں کس مقصد کے لیے گیا ہے؟ رپورٹ میں ان کے مزید بیان بھی دیے گئے ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ 'امریکی وزارت دفاع، وزارت خارجہ اور کانگریس افغان جنگ کے بارے میں الگ الگ رائے رکھتے تھے۔ وہ کبھی بھی اس مسئلے پر متفق نہیں ہوئے۔' دستاویزات میں یہ اعتراف بھی کیا گیا ہے کہ اس جنگ میں امریکا کے 3000 فوجی ہلاک، جب کہ 20 ہزار زخمی ہوئے ہیں۔ (حقیقی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے) علاوہ ازیں اس جنگ پر امریکا کے 2 ٹریلین ڈالرز خرچ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دستاویزات نے کون سی چیز سب سے زیادہ واضح کی ہے؟

1. ان دستاویزات نے امریکی عوام کو اپنے رہنماؤں کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ جنہوں نے 19 سال سے عوام کو ایک غیر ضروری جنگ میں جھونک رکھا ہے۔
2. ان دستاویزات نے کابل انتظامیہ کی غلامی کو بھی اچھی طرح واضح کیا اور یہ ثابت کیا کہ وہ واقعی ایک ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہوئی ہے۔
3. ان دستاویزات نے دنیا کو طالبان کی جنگی اور سیاسی مستقل مزاجی بھی دکھائی ہے۔
4. ان دستاویزات نے اقوام متحدہ کے مکروہ کردار کو بھی سامنے لایا، جو اس ظالمانہ جنگ میں امریکا کے ساتھ رہا۔
5. ان دستاویزات نے سوشل میڈیا پر سرگرم ہر واقعے کے حقائق کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے سامنے لانے والے چند زر خرید افراد کو بھی بے نقاب کیا، جو پورے 18 سال تک امریکا کی جارحیت کو جواز اور نقصانات پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔
6. ان دستاویزات نے ایک بار پھر ماضی کی طرح امریکا کو مکار اور قاتل ملک قرار دیا۔
7. ان دستاویزات نے امریکی قوم کا اپنے حکمرانوں پر سے اعتماد اٹھالیا۔
8. ان دستاویزات نے بین الاقوامی سطح پر امریکا کے اتحادی ممالک کو شدید دھچکا دیا۔

موجودہ حکومت پر سوالات اٹھنے لگے۔ بین الاقوامی سطح پر مختلف صحافیوں، تجزیہ کاروں، امریکی عوام اور نیٹو کے اتحادی ممالک نے امریکا کے اس عمل کی شدید مذمت کی۔ اس کے علاوہ یہ دستاویزات امریکی میڈیا کی ہیڈ لائنز اور سرخیوں میں رہی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

✓ سابق کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ واشنگٹن پوسٹ کی جانب سے منظر عام پر آنے والی دستاویزات کو درست قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے اس جنگ بارے مزید بھی، بہت سی اہم دستاویزات موجود ہوں، جو یہ ثابت کریں کہ یہاں ایک ظالمانہ جنگ جاری تھی۔

✓ کانگریس کے رکن روکانا نے واشنگٹن پوسٹ پر رد عمل دیتے ہوئے کہا کہ 'حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جنگ میں حصہ لینے والے سابق فوجیوں اور عہدیداروں سے اس بارے میں وضاحت طلب کریں۔' ان کے مطابق امریکا نے 18 سال تک افغانستان میں جنگ لڑی ہے۔ اربوں ڈالرز خرچ کیے، لیکن امریکی عوام کو ابھی تک سچ نہیں بتایا گیا۔ ہمیشہ من گھڑت رپورٹس عوام کے سامنے پیش کر کے ان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی گئی۔

✓ افغانستان امریکی غرور کے لیے قبرستان بن گیا۔ افغان امور کے ماہر معروف امریکی محقق اور کالم نگار 'ایریک مارگولیس' نے 14 دسمبر کو لکھا کہ 'اس ہفتے امریکا کے موقر جریدے واشنگٹن پوسٹ نے 2000 صفحات کے بم امریکا کے جھوٹے اور دھوکے باز عہدیداروں پر گرادیے ہیں۔'

✓ ہمیں چاہیے ہم ویت نام کی طرح افغانستان میں بھی اپنی شکست تسلیم کریں۔ یہاں سے اپنی فوجیں نکالیں۔ امریکا کے افغانستان کے لیے سابق سفیر رائن کروکر نے واشنگٹن پوسٹ میں اپنے کالم میں لکھا کہ 'امریکا نے افغانستان میں کچھ اہم غلطیاں کی ہیں۔ جنگ میں اسے ناکامی کا سامنا ہے۔ اس لیے ویت نام کی طرح یہاں سے بھی اپنی فوجیں نکالیں۔'

امارت اسلامیہ نے مذکورہ رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد امریکی قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ 'امریکی خود کو دنیا میں خود کو مہذب قوم سمجھتے ہیں۔ اس لیے انہیں چاہیے وہ کچھ سرمایہ داروں کو یہ اجازت نہ دیں، جو ان کے مستقبل سے کھلواڑ کرتے رہیں۔ جو انفرادی مفادات اور جنگی ہوس کی خاطر اپنے ملک کو مشکلات سے دوچار کر رہے ہوں۔ امریکی قوم کو چاہیے وہ اپنی حکومت کے ان ناجائز اقدامات کے خلاف آواز اٹھائے۔ افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی کے خلاف کھڑے ہوں۔ اپنی حکومت کو مجبور کریں کہ افغان جنگ سے جلد از جلد نکلا جائے۔

اٹھارہ برس قبل کا اکتوبر

ابو احسان عامر

7 اکتوبر 2001 کو امریکی قیادت میں 48 ممالک کے مظلوم اور جنگ زدہ ملک افغانستان پر بموں کی بارش اس سفاکانہ اور ظالمانہ حملے کی پہلی کڑی تھی، جس آگ کے شعلے اٹھارہ سال بعد بھی بلند ہو رہے ہیں۔ افغانستان اس میں جل رہا ہے۔ اگر یہ جنگ ایک طرف افغان عوام پر مصائب، ہجرت، شہادت اور سب کچھ داؤ پر لگانے کی شروعات تھی تو دوسری طرف امریکی سلطنت کے زوال اور افغان عوام کے ہاتھوں برباد ہونے کی ابتدا بھی تھا۔ آپ کو یاد ہوگا جابر اور متکبر بش نے صلیبی جنگ کے اعلان کے ساتھ ہی اس سرزمین کے حقیقی بیٹوں پر زمین تنگ کرنے اور ان سے زندگی کا حق چھیننے کا آغاز کیا۔ مظلوم افغانوں کے پاس صرف دو راستے تھے موت یا جیل!

زمین اور فضا سے بموں کی بارش شروع ہوئی۔ امریکی درندوں نے فضائی حملوں اور میزائلوں کے ذریعے افغان شہروں اور دیہاتوں کو نشانہ بنایا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس ملک کے انسان تو دور کی بات، یہاں کے پہاڑوں اور جنگلات کو بھی سزا دی جا رہی ہے۔ یہاں امارت اسلامیہ نے مثالی امن قائم کیا تھا۔ کرپشن کا کوئی تصور نہیں تھا۔ انسانیت، محبت اور اخوت کی فضا قائم تھی۔ لوگ پرامن زندگی بسر کر رہے تھے۔ تاہم امریکا کو پرامن افغانستان منظور نہیں تھا۔ اس لیے بلاجواز اور غیر قانونی طور پر اس نے غریب ملک پر چڑھائی کی۔ لوگوں کو آزادی اظہار رائے کے نام پر گمراہ کرنے، فحاشی، ایڈز اور ہم جنس پرستی جیسے عفریت کو پروان چڑھایا۔

تب حملہ آوروں کے غرور کا دور تھا۔ پوری دنیا پر انہوں نے رعب ڈالا۔ کچھ اقتدار اور ڈالر کی ہوس میں ان کے ہمنوا بن گئے۔ کچھ مرعوب ہو گئے۔ وہ جس رعب و دبدبے کے ساتھ یہاں آئے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے خلاف اب کوئی مزاحمت کرے گا۔ ملک کی ترقی، جمہوریت اور آزادی جیسے خوشنما نعروں سے قوم کو ورغلانے کی کوشش کی گئی۔ طالبان حکومت کو سیاہ دور قرار دے کر ان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کیا گیا۔ میڈیا نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ باور کرایا گیا کہ طالبان قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ اب کبھی بھی ان کی واپسی ممکن نہیں ہے۔ امریکا نے افغانستان کا مطالعہ کرنے کے بجائے جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے یہاں آنے کا راستہ تلاش کیا، تاہم اس کے غرور نے اسے واپس جانے کا راستہ تلاش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے ہوش مندی کا مظاہرہ کیا اور نہ شکست خوردہ سابقہ حملہ آوروں کی بات پر غور کیا۔ روس نے سمجھانے کی کوشش کی کہ افغانستان پر چڑھائی آسان ہے، مگر انخلا مشکل کام ہے۔ امریکا نے کسی کی بات نہیں سنی۔ اس نے جدید ہتھیاروں سے لیس فوج یہاں اتاری اور ظلم و جبر کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔

شیطان کے اندھی لشکر نصرت کے فرشتوں کو دیکھنے سے قاصر تھے۔ یہاں ان کے تخمینے کے برعکس بارود اور کلسٹر بموں کے شعلوں کی تہہ میں خلیلی ارادے زندہ ہیں۔ وقت آہستہ آہستہ سب کچھ بدل رہا ہے۔ اب قابض قوتوں کو شکست کا سامنا ہے۔ یہاں توحید کی روشنی پوٹھنے لگی۔ یہاں تکبیر اور الجہاد کے نعروں کی گونج ہر سو سنائی دینے لگی۔ یہاں مزاحمت بڑھتی گئی۔ عوام کے جوش و جذبے میں اضافہ ہوا۔ قابض امریکی فوج سے عوام کی نفرت بڑھتی چلی

گئی۔ یہاں نوجواں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اسلام، ملک اور قوم کے دفاع کے لیے اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھ میدان کارزار گرم کیا، جس کے نتیجے میں قابض اور افغان اجرتی فورسز کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔

ہمارے فدائی مجاہدین وقت کے ابرہہ کے مضبوط ٹھکانوں ایوان صدر، بگرام، گرین ولیج، شوراب اور صحر باغ تک پہنچ گئے۔ ان پر فدائی حملوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ کار بم دھماکوں، بارودی سرنگوں اور فدائی حملوں میں قابض اہل کاروں کے پرخچے اڑ گئے۔ ان کے ٹینک اڑنے لگے، جس کے نتیجے میں ان کا دماغ ٹھانے لگا۔ وہ غرور اور تکبر کا راستہ چھوڑ کر مذاکرات کی بھیک مانگنے لگے۔ بلاشبہ یہ مجاہدین کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ کل تک یہاں کسی کو زندہ رہنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ آج انہیں پروٹوکول دے کر ان کے ساتھ معاہدے کرنے جا رہے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالی کی مدد اور مجاہدین کی قربانیوں کی برکت ہے، جس پر پوری قوم کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

7 اکتوبر 2001 اور 7 اکتوبر 2019 کا موازنہ کیا جائے تو بڑی تبدیلی آئی ہے۔ امریکا کا غرور ختم ہوا۔ اس کا رعب اور دبدبہ ناکام ہوا۔ کل تک مجاہدین کو ہشت گرد قرار دے رہا تھا، آج ان سے امن مذاکرات کی آڑ میں باعزت واپسی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ 2001 میں طالبان مذاکرات کی پر زور دے رہے تھے، لیکن امریکی حکمرانوں کا خیال تھا کہ وہ طالبان کو سبق سکھائیں گے۔ ان کا نام ونشان ختم کر دیں گے۔ اللہ کے فضل سے مجاہدین نے انہیں اپنے اسلاف اور اکابرین کی طرح سبق سکھایا۔ افغانستان سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ مجاہدین نے لازوال قربانیاں دے کر اپنے اسلاف کی تاریخ زندہ رکھنے کی کوشش کی، جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اب پوری قوم کو یقین ہے کہ جلد یا بدیر ملک آزاد اور اسلامی نظام اس میں نافذ ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ

18 سال پہلے مجاہدین پورے ملک سے پسپا ہوئے۔ ہمارے ملک کی سرزمین پر قابض قوتوں نے اپنا قبضہ مضبوط کیا۔ 18 برس کی قربانیوں کے نتیجے میں آج امریکی رپورٹ کے مطابق ملک کے 70 فیصد رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ روس، چین سمیت دیگر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک قطر کے سیاسی دفتر کے نمائندوں کو سرکاری سطح پر دورے کی دعوت اور پروٹوکول دے رہے ہیں۔ ان تمام ممالک میں ان کا والہانہ استقبال کیا جاتا ہے۔ اللہ کے فضل سے مجاہدین کی صف جس طرح 2001 میں متحد اور منظم تھی، آج بھی اسی طرح متحد اور منظم ہے۔ امارت اسلامیہ کی قابل فخر قیادت جس طرح 18 برس قبل ایک اصولی موقف پر قائم تھی، آج بھی اسی اصولی موقف پر قائم ہے، جو اللہ کا فضل وکرم ہے۔

قابض امریکا اب یہ جان چکا ہے کہ یہاں اس کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ عوامی مزاحمت میں روز بروز تیزی آرہی ہے۔ ملک کی تعمیر نو، ترقی، جمہوریت اور انتخابات عملی طور پر عوام نے دیکھ لیے، اب وہ کسی کے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔ کل کے اکتوبر میں وہ لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ اب وہ اس لیے ان کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں کہ ان سے باعزت واپسی کی بھیک مانگیں۔ کل کے اکتوبر میں وہ طاقت کا استعمال کرتے تھے۔ آج کے اکتوبر میں وہ منت سماجت کرتے ہیں۔

کل کے اکتوبر میں ہمارے پاس مرنے اور قید کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، آج کے اکتوبر میں امریکا کے پاس دو آپشن ہیں موت یا فرار!

امریکی عوام بیدار ہوں

ابو ظہیر

گزشتہ دنوں چند امریکی اخبارات نے کچھ ناقابل یقین حقائق کا اظہار کیا تھا۔ان اخبارات میں امریکا کے انتہائی قابل اعتبار اور مستند روزنامہ واشنگٹن پوسٹ۔ نیویارک ٹائمز سر فہرست ہیں۔ یہ حقائق افغانستان میں امریکی جنگ سے متعلق تھے ۔ امریکی عوام کے لیے سخت اضطراب اور حیرانگی کا باعث بنے۔ مشہور امریکی روزنامہ واشنگٹن پوسٹ نے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا کہ امریکی اداروں نے افغانستان میں 19 سال سے جاری جنگ میں اپنے عوام سے مسلسل جھوٹ بولا ہے۔ حقائق کو پس پردہ رکھ کر جعلی معلومات اور ملمع سازی سے قوم کو فریب دیا ہے۔ خود کو ہمیشہ میدان جنگ کا شہسوار اور فاتح باور کرایا ہے۔ جب کہ حقائق اس کے برعکس تھے۔

ان کا کہنا ہے کہ ان اداروں نے عوام کا مال ایک بے مقصد جنگ میں لگایا ہے۔ وہ جس حکومت کو عرصے سے ایک محبِ وطن سمجھ رہے ہیں۔ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کا ٹولہ ہے۔ جس نے امن کے نام پر ملک وملت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔اس کے ساتھ بعض سابقہ امریکی عہدے داروں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امریکا افغانستان میں ایک ایسی قوت کی پشت پناہی کر رہا ہے، جو فساد اور کرپشن میں عالمی ریکارڈ رکھتی ہے۔ان انکشافات کے بعد امریکی سیاست دانوں اور تجزیہ کاروں کی ایک بڑی جماعت نے ایسے اجتماع کے انعقاد کا مطالبہ کیا ہے، جس میں فوج اور دیگر ادارے قوم کے روبرو جوابدہ ہوں۔ ان سے تحقیقات ہو سکیں۔ ناکامی کے اسباب اور قوم کو ورغلانے کے عوامل واضح کیے جائیں۔ ساتھ ہی ان اداروں سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ اس جھگڑے کے انجام بارے کیا کہتے ہیں؟

اسی طرح بعض امریکی کالم نگار رواں جنگ میں امریکی میڈیا کے کردار پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ بجا طور پر انہیں الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے انیس سال کے دوران امریکی جرنیلوں کا جھوٹ نشر کیا ہے۔ جس طرح اس جنگ کی مخالفت افغان قوم کی طرف سے ہو رہی ہے، بالکل اسی طرح سابقہ امریکی عہدے دار، سیاست دان اور صحافی برادری بھی امریکی فوج کا انخلا ضروری قرار دیتی ہے۔ وہ اس سے ایک قدم آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ سرکار اس کی ذمہ دار اور قابل ملامت ہے۔اسی لیے انہوں نے صدر ٹرمپ کو براہ راست مخاطب کیا ہے کہ دوران انتخابات اپنے کیے گئے وعدوں کی پاس داری کر کے اپنی فوج جلد سے جلد نکالنی چاہیے۔ اس بے مقصد جنگ کو حتمی طور پر ختم کرنا چاہیے۔

آزاد تبصرہ نگار یہ رائے رکھتے ہیں کہ امریکا دن بدن داخلی اور خارجی دباؤ میں آ رہا ہے۔ سب اس پر متفق ہیں کہ ہر حال میں امریکی انخلا ہونا چاہیے۔امریکی انخلا کے تناظر میں کابل انتظامیہ جس کرب میں مبتلا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب وہ اپنے آقا امریکا سے بدظن ہے۔ وہ اعلانیہ کہتی نظر آتی ہے کہ امریکا نے انہیں ایک ٹیشو پیپر کے طور پر استعمال کیا ہے۔اس سے زیادہ امریکا کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوسری طرف امارت اسلامیہ کو دیکھا جائے تو واضح نظر آتا ہے کہ وہ امریکی انخلا پر ایک واضح موقف اور پالیسی رکھتی ہے۔ جس میں بغیر کسی ابہام کے یہ موجود ہے کہ ایک امریکی فوجی کے یہاں رہنے تک جہاد جاری رہے گا۔اس کے علاوہ جو بھی امریکی موجودگی کو ضروری بنانے کی کوشش کرے گا، اس کا حشر بھی امریکا جیسا ہو گا۔امریکی عوام کو خبر دار رہنا چاہیے کہ وہ خواب خرگوش سے بیدار ہو کر حقائق کا ادراک کریں۔ وہ اپنے اداروں کو لگام ڈالیں کہ وہ اپنے شخصی منافع کی خاطر عوام کی جان ومال سے نہ کھیلیں۔ امریکی عوام کو اب ہاتھی کان سے باہر آنا چاہیے۔ وہ اپنے ظالم حکمرانوں پر دباؤ ڈالیں۔ ان کا کڑا محاسبہ کریں۔

امریکا انخلا کی اہمیت سمجھے

ابو اسامہ نیازی

ملکی اور بین الاقوامی سیاست کو دیکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہاں قانون، اصول، اخلاقیات، علاقائیت اور ہمسائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ موجودہ سیاسی منظر نامے میں انسانی جذبات اور احساسات سے کھیلنا کوئی عار کی بات نہیں۔ صرف مفادات ہیں، جو ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ رابطے اور لین دین کا باعث بنتے ہیں۔ سیاست میں نہ کوئی دائمی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی دائمی دشمن۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملوں کے بہانے امریکا افغان سرزمین پر دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے اپنے فوجیں اتارنا چاہتا تھا۔ اس منصوبے کو اچھی طرح عملی جامہ پہنانے اور اسے مؤثر بنانے کے لیے میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈے سمیت طاقت کے استعمال کی دھمکیاں دی گئیں۔ دنیا کے کئی کفریہ ممالک سمیت افغانستان کے ہمسایہ ممالک کو اس بات پر راضی کیا گیا کہ وہ اس ناروا جارحیت میں امریکا کی عسکری اور سیاسی حمایت کا اعلان کریں۔ امریکا کے صدر بش نے واضح الفاظ میں دنیا اور خطے کے ممالک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا فیصلہ کرو کہ آپ ہمارے ساتھ ہو یا دہشتگردوں کے ساتھ! تیسرا آپشن بالکل نہیں ہے۔ اس واضح دھمکی کے نتیجے میں کئی مغربی ممالک نے اس غیر قانونی جنگ میں امریکا کا ساتھ دیا۔ کچھ ہمسایہ ممالک نے ان دھمکیوں کے خوف سے اور کچھ نے اقتصادی مجبوریوں کی وجہ سے امریکا کی جارحیت کے لیے ہر طرح زمین ہموار کی۔

جارحیت کے ساتھ ہی امریکا، اس کے اتحادیوں اور کٹھ پتلیوں نے یہاں وہ مظالم برپا کیے، جن کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ تھی کہ افغان قوم نے جارحیت پسند قوتوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ انہیں وہ تاریخی سبق دیا، جو وہ کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ کل امریکا کی فوجی قوت کو دیکھ کر ہر ملک مرعوب ہوتا تھا۔ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی امریکا کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ آج سب کچھ بدل چکا ہے۔ دنیا کی دو بڑی معاشی اور فوجی قوتیں روس اور چین نے زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے واضح طور پر امارت اسلامیہ کو ایک سیاسی حکومت بلکہ خطے کے ایک مضبوط عسکری قوت کے طور پر اس کی پالیسی کی برملا حمایت کی ہے۔ روس اور چین خطے کی سیاسی اور عسکری صورت حال کو بڑی توجہ سے ڈیل کر رہے ہیں۔ یہ وہ چیزیں تھیں، جن کا ماضی میں سوچنا محال تھا۔ آج امارت اسلامیہ کی مثبت پالیسی کو یہ ملک ماننے پر مجبور ہیں۔ دونوں ممالک خطے میں امریکا کی موجودگی کے حوالے سے ایک دوسرے کے ساتھ اپنی معلومات، اعتراضات اور مطالبات شئیر کرتے رہتے ہیں۔ دونوں ممالک مختلف کانفرنسز کے ذریعے امریکا کی دائمی موجودگی کے خطرات سے آگاہ ہیں۔ اس مسئلے پر دونوں کا موقف ایک ہے۔ آج امریکا کی عسکری موجودگی کے خلاف خطے میں ایک مضبوط اتحاد بن گیا ہے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ طالبان کے تباہ کن وار سے امریکا اور اس کی کٹھ پتلی شکست و رسوائی کی آخری حدود میں ہیں۔ اسی وجہ سے اب خطے کے تمام ممالک نہ صرف یہ کہ امریکا کی فوجی موجودگی کے سخت مخالف ہیں، بلکہ اسے خطے کے لیے خطرہ بھی قرار دے رہے ہیں۔

اگر امریکا خطے میں موجود نفرت کم کرنا چاہتا ہے تو اسے پرامن طور پر افغانستان سمیت خطے کے دوسرے ممالک سے انخلا کر لینا چاہیے۔ اگر گزشتہ دو دہائیوں کی طرح مواقع گنواتا رہا تو پھر امارت اسلامیہ بھی خطے کے ممالک سے تعلقات کی آڑ میں جنگی امداد کے پیش نظر ان سے جدید جنگی ہتھیار لے سکتی ہے۔ اگر امارت اسلامیہ نے خطے کے ممالک کی سیاسی حمایت کے ساتھ جنگی ہتھیار بھی حاصل کر لیے تو امریکا اور نیٹو مزید رسوائی کے شکار ہوں گے۔ امریکا کے سیاسی اور عسکری امور کے ماہرین کو چاہیے کہ رواں سیاسی اور عسکری صورت حال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں اور اپنی شکست خوردہ فوج کو ابھی سے ہی واپس بلالیں۔ ورنہ ان کی حالت بد سے بدتر ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

ایک ماہ میں 1100 بم

احمد مختار

پینٹاگون حکام نے اپنی تازہ رپورٹ میں کہا ہے کہ انہوں نے ستمبر میں افغانستان میں 1100 حملے کیے۔ جو کہ روزانہ اوسطا 40 کے قریب حملے بنتے ہیں۔ جب 7 ستمبر کو امارت اسلامیہ اور امریکی وفد کے مابین ہونے والے کامیاب مذاکرات کے بعد ڈونلڈ ٹرمپ نے امن عمل منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد افغانستان میں امریکی فوج کی جانب سے نہتے افغان شہریوں پر فضائی حملوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ امریکی فوجی طالبان کو نشانہ بنانے کے نام پر یہ حملے کر رہے ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ وہ عام شہریوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ رات کے چھاپوں اور فضائی حملوں میں سب سے زیادہ عام شہری متاثر ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر دیہی علاقوں کے شہری زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ غزنی۔ میدان وردگ۔ لوگر۔ پکتیا۔ ہلمند اور دیگر حصوں میں عام شہریوں کی ہلاکتوں میں کئی گناہ اضافہ ہوا ہے۔

ان الم ناک واقعات میں سے ایک افسوس ناک واقعہ صوبہ ہلمند کا ہے۔ جب امریکی فوج نے ضلع موسی قلعہ میں شادی کی ایک تقریب پر بمباری کی۔ جس میں خواتین اور بچوں سمیت درجنوں شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ 17 اکتوبر کو کابل میں اقوام متحدہ کے سیاسی دفتر یوناما نے افغانستان میں شہری ہلاکتوں میں غیر معمولی اضافے کی خبر شائع کی۔ یوناما کی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق رواں سال کے جولائی۔ اگست اور ستمبر میں 4313 شہری شہید ہوئے۔ یوناما کی رپورٹ کے مطابق پچھلے سال کے اعداد وشمار کے مقابلے میں رواں سال شہری ہلاکتوں میں 42 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ امریکی اور افغان فورسز شہری ہلاکتوں کی روک تھام کی کوشش کرنے کے بجائے جان بوجھ کر عام شہریوں کو نشانہ بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

امریکی وزارت دفاع انویسٹی گیشن سینٹر کی جانب سے افغانستان میں عام شہریوں پر امریکی بمباری کے اضافے کے بارے میں جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حالیہ مہینوں میں امریکی حملے بڑھ رہے ہیں۔ ستمبر میں ہونے والے حملے سب سے زیادہ تھے۔ اس رپورٹ کے مطابق امریکا نے اگست میں 810 اور جولائی میں 537 حملے کیے تھے۔ ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کے وزیر دفاع نے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات منسوخ کرنے کے بعد متعدد بار متنبہ کیا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنے حملوں میں مزید اضافہ کریں گے، تاکہ طالبان پر دباؤ ڈالیں۔

امریکی حکمرانوں نے افغانستان کی تاریخ اور 19 برس کی جنگ سے سبق نہیں سیکھا۔ عام شہریوں کو نشانہ بنانا اور طاقت کا بے دریغ استعمال مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اگر امریکا افغانستان سے باعزت واپسی چاہتا ہے تو وہ امارت اسلامیہ کے ساتھ کیے گئے مذاکراتی معاہدے پر عمل درآمد کرے۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ امریکی صدر ٹرمپ بھی فوجی اسٹیبلشمنٹ کے نرغے میں ہیں۔ وہ فوجی اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کے بغیر امن عمل کو آگے بڑھانے سے قاصر ہیں۔ عام طور پر امریکی عوام امن معاہدے کے حق میں ہیں۔ امن معاہدے پر فریقین عمل درآمد یقینی بنائیں تو دونوں ممالک کے عوام مشکلات اور مسائل کی دلدل سے نکل سکتے ہیں۔ یہ امریکا اور افغانستان سمیت پوری دنیا اور بالخصوص ایشیا کے امن کے لیے مثبت اقدام ہوگا۔

افغانستان پر جارحیت بند کی جائے

عبداللہ عزیز

حال ہی میں افغانستان پر امریکی جارحیت کے حوالے سے نہایت حساس اور اہم دستاویزات منظر عام پر آنے کے بعد ایک بار پھر یہ طویل جنگ میڈیا پر ہاٹ ایشو بنی رہی۔ گزشتہ اٹھارہ سالوں سے افغانستان کے مظلوم مسلمان انسان دوستی کے علم برداروں کے ہاتھوں یرغمال ہیں۔ ایک امریکی صحافی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ امریکا اپنے اتحادیوں سمیت پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک کمزور ملک پر جارحیت کر رہا ہے۔ دو عشروں سے اس کے مظلوم مسلمانوں کو تہ تیغ کر رہا ہے۔ افغانوں کی ایک نسل اسی جنگ میں جوان ہوئی۔ امریکا میڈیائی طاقت کے بل بوتے پر صرف افغانوں کا نقصان ہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس حقیقت کو فراموش کر رہا ہے کہ دو صدیوں سے اس ملک پر ناجائز طریقے سے جنگ مسلط ہے۔ وحشت و سربریت کے خلاف آواز اٹھانا انسانی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ جب کہ دنیا یہ فریضہ انجام نہیں دے رہی۔ امریکا نے اب خود ہی اعتراف کیا ہے کہ افغانستان پر مسلط جنگ لاحاصل ہے۔ اس جنگ کے ماضی میں بھی کچھ فوائد سامنے نہیں آئے اور مستقبل میں بھی اس کے ثمرات کی کوئی توقع نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ خود امریکا کی زبانی اسے لاحاصل جنگ تسلیم کر لینے کے باوجود اسے روکنے کے لیے آواز نہ اٹھانا خود اس جرم میں شرکت نہیں ہے؟

دنیا دیکھ رہی ہے کہ روزانہ کی بنیاد پر سیکڑوں افغانی زخمی اور شہید ہو رہے ہیں۔ جب کہ امریکا پر دباؤ نہیں ڈالا جا رہا کہ یہ لاحاصل جنگ ختم کی جائے۔ اس حقیقت سے سبھی اچھی طرح واقف ہیں کہ اس جنگ نے افغانوں کو سوائے قتل و قتال، بے بسی، دین بے زاری اور فساد و فحاشی کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود ان نقصانات پر کٹھ پتلی حکومت نے چپ سادھ لی ہے۔ امریکا نے جھوٹ اور دجل کے ذریعے پوری دنیا کو بہکا دیا ہے۔ انہوں نے افغان جنگ کو فرسودہ منطق اور غیر حقیقی خوف کے ذریعے طول دینے کی کوشش کی ہے۔ دنیا یہ جان لے کہ افغانستان کسی سے بلاوجہ دشمنی مول لینے کے بجائے اپنی دینی اقدار اور اسلامی روایات کے احیاء و نفاذ کے لیے برسرِ پیکار ہے۔ اس نصب العین کے حصول کے لیے افغانوں کی دو صدیوں پر مشتمل جِدوجہد دنیا کے کسی قانون کی رو سے ناجائز نہیں ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کی جانب سے بے جا ظلم و ستم اور قتل و غارت گری پر چپ سادھ لینا جرم عظیم ہے۔ جس پر تاریخ امریکی غلاموں کو معاف نہیں کرے گی۔ ہمیں یہ امید ہے کہ مستقبل قریب میں فتح افغانوں کے قدم چومے گی۔ اس جبر و تسلط کے خلاف جس طرح آواز بلند کرنی چاہیے، بلند نہیں کی گئی۔

امریکا اپنی ساکھ سنبھالے

عابد خان

جب دو ٹیمیں آمنے سامنے ہوں اور دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہو جائے تو دونوں کو بس انتظار ہوتا ہے کہ وہ اپنے حریف کے خلاف پہلے گول کرے، تاکہ اگلا لمحہ اس کی کامیابی کے لیے ہموار ہو سکے۔ اس لیے دونوں حریف تن من دھن کی بازی لگاتے اور ہر قدم پوری احتیاط سے اٹھاتے ہیں۔

انیس سالہ جنگ بالآخر میدان کارزار سے ڈائیلاگ میز پر پہنچ گئی ہے۔ ملک کا قضیہ اب حل ہونے کو ہے۔ استعمار کا خاتمہ قریب سے قریب تر ہے۔ صلح جوئی، مذاکرات اور امن و آشتی کی امیدیں اپنی جھلکیاں دکھا رہی ہیں۔ البتہ اب تک نظر آنے والے اختلاف کی بنیادی وجہ فریقین کی جانب سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانا ہے۔ ہر ایک کی بھرپور کوشش ہے کہ اپنے منافع اور فوائد کو ہر حال میں محفوظ رکھے۔ یہی وجہ ہے قطر دفتر میں جاری مذاکرات ایک سال کو محیط ہو گئے ہیں۔

جب سے مذاکرات دوسرے مرحلے میں داخل ہوئے ہیں، تب سے امریکی منصب دار اس بات کی تکرار کر رہے ہیں کہ طالبان کو اپنی شدت میں کمی لانی چاہیے یا جنگ سرے سے ختم کرنی چاہیے۔ جب کہ بجائے خود امریکی درندگی عالم یہ ہے کہ دور دراز بستیوں میں شب خون، بمباری، قتل و غارت اور جارحیت عروج پر ہے۔

بگرام ائیر بیس پر طالبان کا حملہ پہلا گول تھا۔ ایک مشکل سیاسی مبصرین کو یہ پیش آ رہی ہے کہ اگر واقعتاً یہ مذاکرات افغان قضیہ حل کرنے کے لیے ہے تو پھر ایسی باریکیاں سامنے لانے کی کیا ضرورت ہے، جس سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے مزید گمبھیر ہو جائے۔ مذاکرات کی میز پر امریکی موجودگی یقیناً اچھا اقدام ہے۔ اب ضروری ہے کہ امریکا اپنی ساکھ کے بچاؤ کے لے کوشش کرے اور انخلا کا فوری فیصلہ کرے۔

اس سے امریکی ساکھ کافی حد تک سنبھل جائے گی۔ یہ یقینی ہے کہ موجودہ فساد اور اس کا بنیادی سبب امریکی وجود ہے۔ یہ قتل و غارت سب کچھ اسی کا کیا دھرا ہے۔

جنگی جرائم میں ملوث کابل انتظامیہ

معین احمد معین

انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم نے اپنی حالیہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ افغانستان میں سی آئی اے کی مدد سے خصوصی افغان فورس مختلف علاقوں میں سنگین جنگی جرائم کی مرتکب ہوئی ہے۔ انتخابات کے مضحکہ خیز انعقاد اور رسوائی کے بعد کی کٹھ پتلی انتظامیہ پر جنگی جرائم کا الزام بھی لگ چکا ہے۔ اگرچہ یہ خبر کابل اور امریکا کے لیے نئی نہیں ہے۔ کیوں کہ خود امریکا نے گزشتہ سال جنگی جرائم پر تحقیق کرنے والی تنظیم کو افغانستان آنے کی اجازت نہیں دی، تاکہ ان کے ہاتھوں ہونے والے مظالم دنیا کے سامنے نہ آسکیں۔ امریکا خود کو دنیا میں انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتا ہے۔ امریکا نے افغانستان، عراق اور اپنے زیر قبضہ ممالک میں وہ مظالم کیے، جن کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ امریکا ان مظالم کو دہشت گردی کے خلاف جنگ سے تعبیر کرکے خود کو بری الذمہ ٹھہراتا ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیم نے اس سے قبل بھی درجنوں مرتبہ اپنی رپورٹس میں نہتے افغان شہریوں کے خلاف امریکی کارروائیوں کو جنگی جرم کہا ہے۔ اس کی روک تھام کی درخواست کی ہے۔ 2015ء میں صوبہ قندوز کی فتح کے دوران امریکی فوج نے ایک بین الاقوامی صحت کی تنظیم کے ہسپتال پر بمباری کی، جس میں ہسپتال کے عملے سمیت 28 مریض شہید ہوگئے۔ اس وقت بھی انسانی حقوق کی تنظیم نے امریکا کی اس کارروائی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ امریکا کی یہ کارروائی ایک سنگین جنگی جرم ہے، اس سانحے کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ انسانی حقوق کی تنظیم نے حالیہ رپورٹ میں کہا ہے کہ افغانستان کی ایک خصوصی فورس کو امریکی انٹیلی جنس کی بھرپور معاونت حاصل ہے۔ وہ عام شہریوں کے قتل عام، تشدد اور بلاوجہ گرفتاریوں کے باعث انسانی حقوق پامال کرنے اور جنگی جرائم میں ملوث ہے۔ رپورٹ کے مطابق 01، 02، 03 اور 04 بریگیڈ کے نام سے اس خصوصی فوج نے ہسپتالوں، عام آبادیوں اور بازاروں میں کارروائیاں کرکے لوگوں کو بھاری جانی اور مالی نقصانات پہنچائے ہیں۔

رپورٹ کے آخر میں مذکورہ تنظیم نے ایسے 14 واقعات کا ذکر کیا ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ کارروائیاں سنگین جرائم ہیں۔ رپورٹ کے آخر میں کابل انتظامیہ سے اپیل کی گئی ہے کہ مذکورہ فورس کو تحلیل کردیا جائے۔ یاد رہے مذکورہ فورس نہتے شہریوں کے بے دریغ قتل عام میں ملوث ہے۔ یہ فورس امریکی انٹیلی جنس اداروں کی رہنمائی میں کارروائیاں کرتی ہے۔ اس پر کابل انتظامیہ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

داعش کا فنا ہوتا منصوبہ

شاہد غزنیوال

کچھ ہفتوں سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے شمالی حصے میں امریکی جارحیت پسندوں سے مقابلے کے ساتھ ساتھ ان کی دہشت گردانہ پیداوار داعش کے خلاف بھی وسیع پیمانے پر عسکری کارروائیاں شروع کر دی ہیں۔ ننگرہار اور کنڑ میں ان کے زیر تسلط علاقوں پر کارروائی کر کے ان کا تصفیہ کیا اور داعشیوں کے گرد دائرہ تنگ کر دیا ہے۔ اب یہ تمام باتیں واضح ہو چکی ہیں کہ افغانستان میں داعش کا منصوبہ امارت اسلامیہ کے خلاف مزاحمتی قوت کے طور پر لایا گیا۔ اس کی تشہیر کے لیے پروپیگنڈا مہم چلائی گئی۔ جب اللہ تعالی کی نصرت اور مسلمان ملت کی حمایت سے یہ تخریبی ٹولہ شکست سے دوچار ہوا اور اپنے ٹھکانوں میں محصور ہے تو کابل انتظامیہ امریکا کے کہنے پر مجاہدین کے حملوں سے داعش کو بچانے کے لیے سرگرم ہو گئی ہے۔

کابل انتظامیہ داعش کو بچانے کے اس منصوبے کو داعش کے ہتھیار ڈالنے کا نام دے یا کچھ اور، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی امریکی سازش کا حصہ ہے، جس کے لیے داعش کی دہشت گرد تنظیم افغانستان لائی گئی ہے۔ کابل انتظامیہ نے گزشتہ سال بھی افغانستان کے شمال میں سیکڑوں داعشیوں کو فوجی ہیلی کاپٹروں میں بحفاظت اٹھالیا تھا، جنہیں جوزجان اور درزاب میں محصور کر دیا گیا تھا۔ واضح بات ہے کہ داعش کے تحفظ کے اس منصوبے کا اصل ذمہ دار امریکا ہے۔ اگر یہ امریکا کا فیصلہ نہ ہوتا تو افغان حکومت ہیلی کاپٹر بھیجتی نہ انہیں تحفظ فراہم کرتی۔

افغان عوام جس طرح امریکی جارحیت کو افغانستان اور خطے کی سالمیت کے لیے خطرہ سمجھتے اور اس کے خاتمے کے لیے عسکری جدوجہد کر رہے ہیں، اسی طرح امریکا کی جانب سے داعش کی حفاظت کے اس پروجیکٹ کو بھی جارحیت پسندوں کے پلان کا حصہ سمجھتے ہیں۔

اس کے خاتمے کے لیے ان ممالک سے تعاون کی توقع رکھتے ہیں، جو داعش کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ تاکہ وہ اقوام متحدہ، سلامتی کونسل اور دیگر سفارتی ذرائع سے اس خطرناک امریکی منصوبے کی روک تھام کے لیے کردار ادا کریں۔

کافر فوج سے جنگ کا معاملہ

عبدالولی خلیل

18 نومبر 2019 کو طالبان اور امریکا کے درمیان قیدیوں کی رہائی کا تبادلہ ہوا۔ طالبان کی جانب سے امریکی یونی ورسٹی کے دو اساتذہ 'کیون کنگ' اور ایک آسٹریلوی 'ٹیموتی ویکس' کو رہا کیا گیا۔ اس کے علاوہ افغان فورسز کے دس اہل کار بھی رہا کیے گئے۔ امریکا کی جانب سے تین طالبان راہ نما انس حقانی، حافظ عبدالرشید اور حاجی مالی کو بگرام جیل سے رہا کیا گیا۔ یاد رہے انہی دنوں امریکی نمک حلالوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ طالبان امریکی قیدیوں کو رہا کر رہے، جب کہ افغان مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ مذکورہ تبادلے میں افغان فورسز کے دس اہل کار بھی رہا کیے گئے تھے۔ اس سے قبل بھی کئی دفعہ افغان اہل کاروں کو رہا کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ افغان اہل کاروں کے تبادلے کے لیے کٹھ پتلی حکومت کے پاس اس کی قیمت نہیں تھی۔ جب کہ طالبان نے امریکا کے ساتھ بہت بھاری رقم کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ کیا۔ یاد رہے کہ قیدیوں کا تبادلہ امریکا میں غیر قانونی عمل ہے۔ اس کے باوجود امریکا نے اپنے قانون کے برخلاف طالبان کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ کیا۔

کٹھ پتلی حکومت کے جتنے بھی بڑے آفیسرز پکڑے گئے ہیں، حکومت نے ان کا پوچھا تک نہیں، تبادلہ تو بہت دور کی بات ہے۔ صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بھاری مالِ غنیمت سمیت افغان فورسز کے کئی اہل کار بھی زندہ پکڑے گئے۔ اسی جنگ میں کئی مجاہدین بھی شہید ہو گئے، جن کی جسم میدان جنگ ہی میں رہ گئے۔ مجاہدین نے وہاں کے افسروں سے شہدا کے جسموں کے بدلے ان کے اہل کار دینے کی پیش کش کی تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف بکتر بند گاڑیوں کے بدلے میں ہی شہدا کی جسم دیں گے، ہمیں اپنے قیدی اہل کاروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ بات کابل انتظامیہ سے پوچھنے کی ہے کہ وہ اپنے ہی لوگوں کے ساتھ اس قدر بے وفا کیوں ہے؟ غزنی میں 86 کمانڈوز پکڑے گئے۔ مجاہدین نے تبادلہ کی پیش کش کی، لیکن ان پکڑے گئے اہل کاروں کا ابھی تک کسی نے پوچھا بھی نہیں۔ امریکی تنخوا پر پلنے والے کابل انتظامیہ کے قلم کار کس منہ سے طالبان پر تنقید کرتے ہیں؟ کیا سی آئی اے کے ایجنٹ اور اس دھرتی کے مسلمان کی حیثیت ایک جیسی ہو سکتی ہے؟ انہوں نے ہی مغرب کی غلامی پر لبیک کہا اور افغانوں پر بمباری کی۔ افغانوں کی ناموس سے کھیلنے کی کوشش کی۔ افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کو شہید کیا۔ دینی مراکز، مدارس، مساجد اور عوامی مقامات تک پر بمباری کی گئی۔ ان جرائم کے ہوتے ہوئے وہ کس طرح رحم و کرم کے لائق ہو سکتے ہیں؟ ان کے لیے تو اللہ تعالی کا یہ ارشاد مبارک ہمارے لیے کافی ہے:

' فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ' (سورۃ محمّد: 4)

جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اُڑا دو۔ یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر، یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔ (یہ حکم یاد رکھو) اور اگر خدا چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے، ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

داعش کی تنظیمِ نو

عابد مجاہد

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی بے پناہ قربانیوں کے نتیجے میں افغانستان میں داعش کو اس کی آخری پناہ گاہ ننگرہار سے بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کا وہ شاہکار ہے، جس کے لیے اسے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر زیادہ سے زیادہ پذیرائی اور داد ملنی چاہیے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ جو قوتیں ان خارجی فتنوں کی پشت پر موجود تھیں، اب اس کی دوبارہ تنظیمِ نو کی کوشش میں مصروف ہیں۔ تاکہ اسے خطے میں دوسرے ممالک کے لیے ایک خطرے کے طور پر استعمال کر سکیں۔ دوسری طرف اسے طالبان کے حملوں سے بھی محفوظ ٹھکانہ فراہم کریں۔

یہ کام کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ جس نے اس سے قبل بھی شمالی افغانستان کے صوبے جوزجان میں سیکڑوں داعشی خوارج کو اپنے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مجاہدین سے نجات دلائی تھی۔ اسی طرح ننگرہار میں بھی خراسان کے داعشی خوارج کو طالبان کے ہاتھوں انجام کو پہنچنے سے قبل ہی اپنے ٹینکوں اور طیاروں کے ذریعے خاندانوں سمیت اپنے فوجی اڈوں میں منتقل کر لیا تھا۔ اب انہیں ایک بار پھر افغانستان کے شمالی علاقوں میں اتارنے کی تیاری کی جا رہی ہے۔ اس بارے کئی ممالک نے اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ کچھ سیاسی مبصرین یہ سمجھتے ہیں خطے کے ممالک کا اس بارے غیر جانب داری کا مظاہرہ اور طالبان کی سیاسی حمایت نہ کرنا داعش کو مزید پنپنے کا موقع فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ طالبان کے علاوہ اس فتنے کا سدِ باب کرنے کے لیے اس خطے میں اور کوئی قوت نہیں ہے۔ اس لیے اس خطے کے طاقتور اور اثر و رسوخ رکھنے والے ممالک اس بارے اپنا ٹھوس موقف سامنے لائیں اور کسی بھی طرح اس مسئلے میں غیر جانب داری کا مظاہرہ نہ کریں۔

اس میں شک نہیں کہ امارت اسلامیہ کا یہ اقدام اپنا دینی فریضہ انجام دینے اور اپنے مظلوم عوام کو ان خونخواروں سے نجات دلانے کے لیے تھا۔ لیکن ہمسایہ ممالک سمیت مشرق وسطی کے ممالک کو طالبان کا یہ احسان یاد رکھنا چاہیے۔ جس طرح داعش کا فتنہ افغانستان سمیت ان ممالک کے لیے جتنا زیادہ نقصان دِہ تھا اور اس کی سازشوں سے انہیں آگاہی تھی، اتنا ہی اس کے خاتمے کو بھی چھوٹا اقدام نہ سمجھیں اور اب پہلے سے زیادہ الرٹ ہونے کا وقت ہے۔ تاکہ وہ دوبارہ کہیں بھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

2019ء کی فتوحات کا جائزہ

ابو عابد

2019 افغانستان پر ناجائز امریکی قبضے کا 18واں سال تھا۔ حسب سابق 2019 میں بھی جہادی کارروائیاں پوری آب وتاب سے جاری تھیں۔ مجاہدین نے دشمن پر ہلاکت خیز حملے کیے اور اہم فتوحات حاصل کیں۔ چوں کہ پچھلے سال کی تمام جہادی کارروائیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے، تاہم مجموعی طور پر کارروائیوں اور فتوحات کی ایک جامع تصویر آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

پچھلے سال کی ایک بڑی کامیابی کئی اضلاع اور متعدد بڑے آبادی والے علاقوں اور مختلف صوبوں کے قصبوں میں مجاہدین کی پیش قدمی تھی۔ مجاہدین نے اللہ تعالی کی مدد سے مختلف صوبوں میں 30 کے قریب اضلاع کا کنٹرول سنبھال لیا۔ ان اضلاع کے نام یہ ہیں: قندھار کا ضلع معروف، صوبہ زابل کے پانچ اضلاع دایچوپان، میزان، ارغنداب، سیوری اور نوبہار، صوبہ بدخشان کے دو اضلاع ارغنج خواہ اور کران و منجان، صوبہ غزنی کا ضلع گیرو، صوبہ غور کا ضلع چارسدہ، صوبہ بادغیس کا ضلع مرغاب، صوبہ اروزگان کا ضلع چہار چینو، صوبہ تخار کے چار اضلاع خواجہ غار، چاہ آب، درقد اور بہارک، صوبہ فاریاب کے دو اضلاع قرغان اور قرمقل، صوبہ سمنگان کا ضلع درہ صوف، صوبہ بلخ کا زارع، صوبہ قندوز کے تین اضلاع دشت آرچی، خان آباد اور قلعہ زال، صوبہ فراہ کے دو اضلاع انار درہ اور بالا بلوک، صوبہ بغلان کا ضلع گزرگاہ نور، صوبہ جوزجان کے دو اضلاع قوشتیپہ اور درزاب، جب کہ صوبہ پکتیکا کا ضلع خوشامند شامل ہے۔

اگرچہ پچھلا سال فتوحات سے بھرا رہا، تاہم ستمبر میں فتوحات کا سلسلہ پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہوا۔ اس ماہ کے شروع میں مجاہدین نے صوبہ تخار، قندوز، بغلان، سمنگان، فاریاب اور فراہ میں ضلعی مراکز پر بڑے حملے کیے اور مجموعی طور پر 14 اضلاع فتح کیے۔ خاص طور پر صوبہ تخار اور قندوز کے زیادہ تر علاقے پہلے دشمن کے زیر کنٹرول تھے، اب وہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ اس ماہ کے شروع میں مجاہدین نے صوبہ قندوز، بغلان اور فراہ پر بڑے حملے کیے۔ بیشتر شہر اپنے کنٹرول میں لے لیے اور اس کے علاوہ مخالفین کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔ پچھلے سال دور دراز دیہاتی علاقوں سے دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کیا گیا۔ مجاہدین نے اہم علاقے فتح کر کے عوام کو دشمن کے شر سے محفوظ کیا۔ مجموعی طور پر گزشتہ ایک سال کے دوران 100 سے زیادہ بڑے فوجی اڈوں اور سیکڑوں چیک پوسٹیں فتح کی گئیں، جس کی مختصر رپورٹ درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

جنوری میں صوبہ بلخ کے ضلع کشندہ کے مضافات میں تنج اور چکانی کے وسیع علاقوں سے دشمن کو پسپا کیا گیا۔ یہ علاقہ 24 دیہات پر مشتمل ہے۔ مارچ میں صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب میں وادی پچغان، جو 70 دیہات پر مشتمل ہے۔۔ درہ افغانیہ، جو 40 دیہات پر مشتمل ہے۔۔ درہ عین، جو 17 دیہات پر مشتمل ہے۔۔۔ان علاقوں میں دشمن کی 45 چوکیاں قائم تھیں۔ مجاہدین کی کامیاب کارروائیوں کے نتیجے میں دشمن پسپا ہو گیا اور مجاہدین نے امن کا سفید پرچم لہرا دیا۔

اپریل میں صوبہ پروان کے ضلع شنواری میں صوفی خیل کا علاقہ دشمن کے کنٹرول سے چھڑا لیا گیا۔ صوبہ بدخشان کا ضلع تشکان کا بڑا علاقہ، جو 75 دیہات پر مشتمل ہے، وہاں سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا۔ اسی ماہ بدخشان کے ضلع جرم کے مضافات میں 90 دیہات والے علاقے یباب اور سوچ پر بھی مجاہدین نے اپنا کنٹرول سنبھال لیا۔ اسی طرح مئی میں صوبہ بغلان کے ضلع وسطی بغلان میں حسن تال کا علاقہ۔۔ جس میں تقریباً 5 ہزار گھر موجود ہیں۔۔ دشمن سے پاک کر دیا گیا۔ اسی طرح

صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں 14 دیہاتوں پر مشتمل علاقے ناوہ اور نوروز خیل بھی دشمن کے قبضے سے آزاد کر کے عوام کو پر امن زندگی کا موقع فراہم کیا گیا۔ اسی ماہ صوبہ سرپل کے ضلع سوزمہ قلعہ کے مضافات میں سلطیار، سفر قشلاق اور گور کاب خورد کے علاقے مجاہدین کے زیر کنٹرول آگئے۔ جب کہ صوبہ غور کے ضلع فیروز کوہ کے علاقے بایکان اور شب شدہ میں بھی اہم مقامات پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول سنبھال لیا۔

فتوحات کے سلسلے میں جون میں بھی بڑی فتوحات دیکھنے میں آئیں۔ صوبہ غور کے ضلع تولک کے علاقے گاؤکش اور منارہ میں مجاہدین نے اہم کامیابی حاصل کرتے ہوئے دشمن سے 25 بائیک سمیت بھاری مقدار میں اسلحہ بھی ضبط کر لیا۔ صوبہ تخار کے ضلع اشکمش میں زربانہ، صوفی حبیب، پنجری، پنجشیری، گوربندی، خوگیانی اور درہ کلان کا وسیع وعریض علاقہ مجاہدین نے فتح کر کے دشمن کو پسپا کر دیا۔ اسی طرح ضلع بہارک میں عنبر کوہ اور نمک آب کے علاقوں پر بھی مجاہدین نے سفید پرچم لہرا دیا۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے صوبہ بلخ کے اضلاع دولت آباد اور نہر شاہی میں بھی کامیاب کاروائیاں کیں۔ جس کے نتیجے میں دولت آباد کے 7 مضافات دہشتان، سورخ کبند، درآباد، شنگل آباد، ہاشم آباد، شیخ آباد اور پائی مشہد اور دو فوجی اڈے فتح ہوئے۔ ضلع نہر شاہی میں شہرک ترکمن، بلوچان، کمپرک، ہوتکول، نوار دکمپرک اور تکہ ترکمن کے نام سے 6 دیہات سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا۔ اسی طرح ضلع خاص بلخ میں بھی دیوالی، برمزید، اصفہان، توخی، نیازیاں، کولبو، بہاؤالدین، ارغون، حسین خیل، ماشک، قیصر خیل، پلاس پوش، بوریاباب، غلام جان، ہیواد، پنجاب، جریب، دہ بی بی، چقش اور دولت زئی نامی 19 دیہات سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا۔

جون میں صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن کے علاقے پاسک نوا کے متعدد دیہات سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا۔ اسی طرح صوبہ بدخشاں کے صدر مقام فیض آباد کے مضافات میں 27 دیہات پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول سنبھال لیا اور بھاری مقدار میں اسلحہ بھی ضبط کر لیا۔ جولائی میں صوبہ بغلان کے گاؤں نہرین کا اہم علاقہ اور اس کے قریب 13 دیہات سے دشمن کو پسپا کر دیا گیا۔ اسی طرح صوبہ غور کے ضلع تیورہ میں ینبلی کا علاقہ فتح کیا گیا۔ اسی ماہ صوبہ فاریاب کے ضلع بل چراغ کے مضافات میں کولیان، قلعہ، توغلہ مست، وبلک قشلاق کے علاقوں میں دشمن کی دس چوکیاں فتح کر کے مجاہدین نے بھاری مقدار میں اسلحہ بھی برآمد کیا۔

اگست میں صوبہ سرپل کے ضلع گوسفندی میں شیک یار کا علاقہ کلیئر کر دیا گیا۔ کٹھ پتلی کمانڈر نے تمام اہل کاروں سمیت مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ستمبر کے دوران جو فتوحات حاصل کی گئیں، وہ سب سے زیادہ ہیں۔ صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کا اہم علاقہ بازی خیل پر سفید پرچم لہرا دیا گیا۔ اسی طرح زابل کے ضلع شاہ جوئی شہر پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر کے دشمن کو پسپا کر دیا۔ اسی طرح بغلان میں چودہ دن تک جاری رہنے والے آپریشن کے دوران دشمن کی 22 چوکیاں، تین بڑے فوجی اڈے اور 25 دیہات مجاہدین کے زیر کنٹرول آگئے۔ نومبر میں صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے مضافات میں جوئے نوا اور احمد زئی کے علاقے سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا۔ دسمبر میں بدخشاں کے ضلع نوسی کے علاقے شوریان پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔ تین کمانڈروں سمیت تیس اربکیوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اسی ماہ صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب میں بھی دشمن کو شکست دے دی گئی۔

مذکورہ فتوحات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح 2019 میں امارت اسلامیہ نے سیاسی محاذ پر اہم کامیابی حاصل کی، اسی طرح عسکری لحاظ سے بھی اہم فتوحات حاصل کر کے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا۔ اہم اضلاع اور علاقوں پر امن کا سفید پرچم لہرا کر مظلوم عوام کو دشمن کے شر سے نجات دینے میں کامیابی حاصل کی۔ ہمیں امید ہے وہ دن دور نہیں، جب ملک کے تمام جغرافیے پر ایک خود مختار اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ پورا ملک مکمل آزادی کی نعمت سے لطف اندوز ہوگا۔

ان شاءاللہ تعالی

طالبان کے آخری دن

مستنصر حجازی

نتائج سے بے پرواہو کر کام کرنے کا انجام تباہ کن ہوتا ہے۔ایسے موقع پر پشتو میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ 'کتا جب ہڈی چبا کر نگل رہا ہوتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا نگلے گا کیسے ؟' پھر نگلنے کے وقت تکلیف محسوس کرتا ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ غلط چیز کھائی تھی۔ عین اسی صورت حال کا امریکا اور اس کے اتحادیوں کو سامنا ہے۔ آج سے انیس سال قبل بڑے مزے سے ہڈی چبائی، لیکن وہ ہڈی ابھی حلق سے نیچے بھی نہیں اتری تھی کہ انہیں اندازہ ہوا کہ یہ غلط چیز کھا رہا ہوں۔ پھر اس نے ایک دم ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے۔ اب وہی ہڈی اس کے گلے میں پھنس کر موت بنی ہوئی ہے۔ چیخ و پکار اور آہ و فغاں ہو رہی ہے، لیکن کوئی اسے نزع کی حالت سے نکالنے کو تیار نہیں ہے۔

یہ کہاوت تب یاد آئی، جب پچھلے دنوں سوشل میڈیا پر ایک اشتہار دیکھا۔ وہ اشتہار نہیں، انیس سالہ عزم واستقامت اور عزیمت وہزیمت کی داستان بلاخیز ہے۔ دیکھنے میں تو محض اشتہار ہے، لیکن یہ اشتہار انیس سالہ امریکی جارحیت اور اس کے دعوں کی نفی کر رہا ہے۔ اشتہار کیا ہے ؟ سب سے اوپر جلی حروف میں لکھا ہے: 'طالبان کے آخری دن !' اس کے نیچے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی مظلومانہ تصویر لگائی گئی ہے۔ اس اشتہار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مسلسل واشنگٹن پوسٹ میں ایک مہینے تک شایع ہوتا رہا اور اس اشتہار کے ذریعے امریکی عوام کو یہ باور کرایا جاتا رہا کہ طالبان کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔

آج انیس سال بعد جب یہ اشتہار سامنے آیا تو افغانستان پر قبضے کے امریکی دعوں کی حقیقت واشگاف ہو گئی ہے۔ قبضہ کیا کرتے، اب اسے واپسی کا راستہ بھی نہیں مل رہا۔

امریکا نے جس طرح اپنے سہانے خواب دیکھنے کے لیے اپنی فوج اور اسلحہ افغانستان میں دھکیل کر جنوبی ایشیا کی سیاست کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی، جنوبی ایشیا کو تو کنٹرول نہ کر سکا، اس سے وابستہ ریاستیں آزادی کے لیے پر تول رہی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے امریکا کے جنگی جنون اور جارحانہ پالیسیوں سے دنیا اور خود امریکی تنگ آ چکے ہیں۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع کر دیے، جب مذاکرات میں طالبان کا پلڑہ بھاری ہوا تو تاریخ ساز رسوائی سے بچنے کے لیے پینٹاگون کے دباؤ پر مذاکرات منسوخ کر دیے۔ جب دوبارہ مجاہدین نے ان کے لیے افغانستان کی سرزمین جہنم زار بنادی تو پھر مذاکرات پر آمادگی ظاہر کر دی۔ دراصل امریکا کو طالبان کے ساتھ پنگا لینے سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ ہم کس قوت کے ساتھ ٹکر لے رہے ہیں۔ تبھی امریکی حکام عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے تھے کہ یہ طالبان کے آخری دن ہیں۔ آج بیس سال پورے ہونے کو ہیں۔

امریکی عوام ان پالیسی ساز اداروں سے پوچھ رہے ہیں کہ طالبان کے آخری دن کب آئیں گے ؟ پالیسی ساز ادارے آئیں بائیں شائیں کر رہے ہیں۔

مظالم کا ریکارڈ رکھا جائے

ابو عابد

کہا جاتا ہے افغانستان ایک ایسا ملک ہے۔ جہاں مقدمہ بازی نہیں ہوا کرتی۔ جو چاہے، جتنے بھی جرم کرے۔ وہ وقت گزرنے کے ساتھ بہت ہی آسانی سے اپنے آپ کو تمام عیوب سے پاک کر کے ایک فرشتہ صفت انسان پیش کر سکتا ہے۔ ببرک کارمل روس کے بل بوتے افغانستان آیا اور شاہ شجاع ہی کی طرح پرائے اور جارحیت پسندوں کو آزادی پر ہاتھ ڈالنے کا موقع دیا۔ کٹھ پتلی حکمران نے برجونف اور اندرے پوف کی غلامی میں چند سال گزارے اور اپنے شہریوں کو نیست و نابود کرنے کے میں روس کے آلہ کار بنا۔ کمیونزم کے زوال کے بعد بھی ببرک کارمل جب "ترمذ" شہر میں مکین تھا۔ بی بی سی کے ایک صحافی حامد علمی نے اُن کے کردار بارے پوچھا تو انہوں نے انتہائی بے شرمی کے ساتھ تمام جرموں کا انکار کر دیا۔ حتی کہ وہ روسی انخلا کا کریڈٹ بھی لینا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر نجیب اللہ، ببرک کارمل کے دور میں NDS کے فرماں روا تھے۔ اسی دوران اس نے وہ شرارتیں کیں، جسے قلم بند کرنے کا ارادہ کرتے ہی ہاتھ پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اس نے ہزاروں علماء اور قومی رہنماؤں سمیت معصوم افغانوں کو پلیگون کے صحرا میں زندہ درگور کر دیا۔ معصوم افغانوں کو ستایا اور ان کے ناخن اکھیڑ دیے۔ ان کی عزت و ناموس کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ پھر جب وہ برسر اقتدار آئے تو ملک مکمل طور پر تباہی کا شکار ہو گیا۔ روسی حملوں کے دوران بہت سے شہری مارے گئے۔ مؤرخ محمد ابراہیم عطائی کے مطابق اگر ان کھوپڑیوں کی قطار لگائی جائیں تو قندھار سے کابل تک پہنچ جائے گی۔

کسی مؤرخ نے بھی ڈاکٹر نجیب اللہ کے جرائم قلم بند نہیں کیے۔ اس وقت ہرات، کراڑے، وہ سبز، لوگر اور دیگر علاقوں کے قتل عام کو کسی نے مستند طور پر محفوظ کیا نہ ہی ان جرائم کے مرتکب افراد کی نشاندہی کی۔ ستم یہ کہ ان عظیم واقعات کو ویسے ہی مبہم چھوڑ دیا گیا۔ آج دسیوں قبرستان شہداء سے بھرے پڑے ہیں، لیکن قاتل کا پتہ نہیں۔ جب کہ ڈاکٹر نجیب اللہ جیسے سفاک شخص کو آج بھی ایک ہیرو کی حیثیت سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔ چاہے مسعود اور مزاری ہو یا پھر دوستم اور رزرداد ہو۔ انہوں نے خانہ جنگی کے زمانے میں ساٹھ ہزار کابلیوں کو شہید کیا۔ عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دیں۔ مردوں پر رقص کی محفلیں سجائیں اور انسانی سروں میں کیل گاڑ دیے۔ پھر بھی کسی نے ان دل سوز مناظر کو کماحقہ قلم بند نہیں کیا۔ مبہم اور مجمل کارروائیوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ آج احمد شاہ مسعود کو قومی ہیرو، جب کہ 'رقص مردہ' کے تماش بین عبدالعلی مزاری کو قومی وحدت کا شہید کہا جاتا ہے۔ ماضی قریب کے حامد کرزئی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان کو امریکی جہاز سے جیکب آباد اور وہاں سے اروزگان پہنچایا گیا۔ شاہ ولی کوٹ سے قندھار تک کا سفر بھی امریکی ٹینک ہی کے ذریعے طے کیا۔ آج وہی کرزئی خود کو امریکا کے خلاف ایک جاں نثار سپاہی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی مائی کا لال ان سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ آپ تو کبھی ان ملک دشمنوں کے لاڈلے اور دست راست تھے۔

اشرف غنی کے برسر اقتدار آنے کے بعد خاص طور پر آخری سالوں میں وحشت اور قتل عام کا ایک نیا بازار گرم ہونے لگا ہے۔ ایک طرف بیرونی دشمن ہے تو دوسری طرف کٹھ پتلیوں نے معصوم افغانوں پر جینا حرام کر دیا ہے۔ ان مظالم کی بھاگ دوڑ اشرف غنی، وزیر دفاع اسداللہ خالد اور چند دیگر عہدے داروں کے ہاتھ میں ہے۔ لوگوں کے گھروں کو تلاشی کی آڑ میں لوٹا جاتا ہے۔ پہلے پہل تو کارروائیاں چھپانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ اگر میڈیا پر نشر کرنے کی نوبت آ بھی جائے تو صرف ایک پٹی چلانے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ جب کہ فی الحقیقت ان ڈھائے گئے مظالم کی داستانیں بڑی وحشت ناک ہیں۔ اشرف غنی کے کارندے بھی داعش کی طرح لوگوں کو زندہ جلاتے ہیں۔ بے شمار لوگوں کے سر قلم کیے۔ ماؤں کی گود میں ننھے بچوں کو قتل کر دیا گیا۔ مسافروں پر بمباری کی گئی۔ حسبِ سابق ان کی یہ وحشت ناک کارروائیاں بھی پردہ خفا میں ہیں۔

ان مناظر کو مِن وعَن تفصیلی طور پر محفوظ کرنا ضروری ہے۔ چاہے تصاویر کی صورت میں ہوں یا ویڈیو کی شکل میں، تاکہ کل ان کے ذمہ دار معلوم ہوں۔ اگر یہ داستانیں محفوظ نہ ہوئیں تو ڈاکٹر نجیب اللہ کی طرح اشرف غنی بھی نام نہاد بہادری کے دعوے دار ہوں گے۔ پھر انہیں کون یہ باور کرائے گا کہ جناب آپ کے دورِ حکومت میں بھی تو ہزاروں معصوم افراد قتل کیے گئے۔ جب ڈاکٹر نجیب اللہ کیفرِ کردار کو پہنچے تو بہت سے لوگ صرف اسی لیے اعتراضات کرنے لگے کہ وہ ان کے جرائم سے نابلد تھے۔ اگر آج اشرف غنی کے جرائم کا ریکارڈ نہ رکھا گیا اور موصوف کو کل اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے تو ناواقف لوگ ایک بار پھر سر اُٹھائیں گے کہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ یاد رکھیں! یہ مظلوم شہداء کا ہم پر قرض ہے کہ ہم ان کے قاتلوں کو تاریخی اعتبار سے واقعتاً مظلوم ثابت کر دیں۔ اہل قلم کی ذمہ داری ہے کہ وہ گرد و پیش میں ہونے والے مظالم تفصیلی طور پر قلم بند کر کے میڈیا کے حوالے کر دیں۔

ہمارے دعوے، جو سچ ثابت ہوئے

صدیق صارم

9 اور 10 دسمبر کو میڈیا پر افغانستان کے حوالے سے دو ایسی رپورٹ آئیں، جنہوں نے کئی لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ پہلے امریکی وزیر دفاع کا بیان، جس میں انہوں نے کہا کہ 'ہم طالبان کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے 19 سالہ جنگ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری رپورٹ واشنگٹن پوسٹ کی جانب سے افغان جنگ کے بارے میں خفیہ دستاویزات پر مشتمل تھی۔ امریکی وزیر دفاع مارک ایسپر نے فاکس نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ 'ہم اس طویل جنگ کو طالبان کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم طالبان کے ساتھ کسی نتیجے پر پہنچے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مستقبل کا افغانستان پرامن اور اس سے دنیا کے کسی ملک کو خطرہ نہیں ہوگا۔'

اس انٹرویو میں دو نکتے زیادہ اہم ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آج کئی سال کی زور آزمائی کے بعد امریکا اس نکتے پر آ گیا ہے، جس پر 19 سال قبل طالبان اسے لانا چاہتے تھے۔ نائن الیون کے بعد جس طرح بے بنیاد الزامات کی بوچھاڑ طالبان حکومت پر کی گئی اور بات چیت کے دوران طاقت کے استعمال کی دھمکیاں اور ناجائز مطالبات رکھے گئے تھے، اس کے باوجود طالبان نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے امریکا سے مذاکرات کے ذریعے مسئلے کے حل کی پیش کش کی اور کہا کہ 'اگر آپ نے حملہ کیا اور ہماری حکومت ختم ہوئی تو پھر بھی ہم آپ کو چین سے حکومت نہیں کرنے دیں گے۔ ہمارا ٹھکانہ ملک کے پہاڑ ہوں گے۔ ہم تب تک مزاحمت کرتے رہیں گے، جب تک ملک کو بیرونی حملہ آوروں سے مکمل طور پر نجات نہیں ملتی۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکا خود طالبان کے سامنے مذاکرات کی جھولی پھیلائے ہوئے ہے۔ مذاکرات بھی آخری مرحلے میں ہیں۔ ایک اور حقیقت، جس کا اعتراف مارک ایسپر نے کیا ہے، وہ یہ کہ اگر ہم طالبان کے ساتھ مذاکرات میں کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں تو افغانستان سے کسی کو خطرہ نہیں ہوگا۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ طالبان کے ساتھ افغان قوم کی غالب اکثریت کھڑی ہے۔ واقعی انہوں نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہے۔ ملک کے کسی بھی حصے میں وہ اپنا حکم نافذ کر سکتے ہیں۔ اب دشمن بہت سے حقائق تسلیم کرلے گا۔ وہ لوگ بھی ہماری سچائی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے، جو زمینی حقائق کے برعکس صرف دشمن کی عینک سے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ افغانستان کی طویل جنگ کے بارے میں واشنگٹن پوسٹ کی خفیہ دستاویزات نے بھی ہمارے موقف کی تائید کی ہے۔

9 دسمبر کے شمارے میں منظر عام پر آنے والی دستاویزات 2000 صفحات کی خفیہ رپورٹ میں سے لی گئی ہیں۔ ان دستاویزات میں سے بہت کچھ منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ شاید اس سے بھی زیادہ اور بھیانک اعترافات سامنے آتے۔ جو دستاویزات منظر عام پر آئی ہیں، ان میں کابل انتظامیہ کی بیش بہا کرپشن، ترقیاتی منصوبوں کے نام پر فراڈ، افغان سکیورٹی اہل کاروں کو مضبوط فوج بنانے کی ناکامی اور منشیات کے خلاف مہم میں ناکامی سمیت کئی اہم راز افشاں کیے ہیں۔

پہلا اہم راز یہ ہے کہ اس جنگ بارے امریکی عہدے داروں نے اپنی قوم سمیت پوری دنیا کے سامنے جھوٹ کا بولا ہے۔ جھوٹے دعوے کیے، تاکہ اپنی ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرسکیں۔ دوسرا انکشاف جنگ میں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد ہے، جو 3000 کے لگ بھگ بتائی گئی ہے، حالانکہ اصل تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ تیسرا اہم راز اس جنگ میں امریکا کے ناقابل یقین جنگی اخراجات ہیں، جو اخبار کی رپورٹ کے مطابق دو ٹریلین ڈالر سے زیادہ ہیں۔

ہمارے موقف، قربانیوں، عوام کی حقیقی نمائندگی، قول و فعل کی حقانیت اور سچائی کے لیے امریکا کے یہ سفید جھوٹ کافی ہیں۔ جب ہم یہ کہتے تھے کہ ہمارے ملک پر غیر ملکیوں نے جارحیت کی ہے اور ہماری جدوجہد دنیا کے کسی بھی قانون میں جائز جدوجہد ہے۔ یہی پورے عوام کی آرزو بھی ہے تو اس سے کئی لوگوں نے انکار کیا۔ کیوں کہ ان کی زندگی امریکی ڈالرز سے جڑی ہوئی تھی۔ آج ان کی زبانیں گنگ ہیں۔ اسی طرح جس میڈیا جس کے لیے جارحیت پسندوں کی جانب سے ایک خاص بجٹ مختص تھا اور وہ ڈالروں کے عوض ہمیشہ طالبان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے رہے، آج وہ اپنے گریبان میں جھانکیں۔ کیا ان کا ضمیر انہیں ملامت نہیں کر رہا؟ کیا طالبان کے تمام دعوے زر خرید اور دجالی میڈیا کے بارے میں سچ ثابت نہیں ہوئے؟

دنیا اور آزاد تحقیقی اداروں کو چاہیے کہ افغانستان میں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد سامنے لائیں۔ اس تعداد پر تحقیق کریں، جو طالبان نے ان سالوں میں اپنے میڈیا ذرائع پر نشر کی ہیں۔ کتنے امریکی ہلاک اور کتنے زخمی ہوئے ہیں؟ یہاں کتنے جنگی جرائم کا ارتکاب کیا گیا ہے؟ کتنے عام شہریوں کو جانی اور مالی نقصانات پہنچے ہیں؟ تاکہ ان نقصانات کے ازالے کے لیے یہ ممالک اتنا ہی تعاون کریں۔ ہماری ایک ایک بات سچ ثابت ہوگی۔ ان دستاویزات کے ساتھ آہستہ آہستہ اور انکشافات بھی متوقع ہیں، جس سے اس جنگ کے مزید خفیہ گوشوں سے پردہ اٹھ جائے گا۔

ایک تصویر کا پیغام

عابد خان

افغان دنیا کی پسماندہ اور غریب قوم ہے۔ وہ اپنی غربت اور لاعلمی کی وجہ سے حالات سے کماحقہ آگاہی نہیں رکھتی۔ وہ مسلط حکمرانوں کے جذباتی اور حب الوطنی کے جھوٹے نعروں سے دھوکہ کھاجاتی ہے۔ نتیجۃً اس کی بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے یہاں کئی انقلاب آئے۔ ایک انقلاب دوسرے کو جنم دینے لگا۔ ملک میں جب ایسی صورت حال ہو تو پھر کئی ایسے واقعات بھی دیکھنے کو ملتے، ہیں جو باعث تعجب ہونے کے ساتھ ساتھ باعث حسرت بھی ہوتے ہیں۔ حال ہی میں اشرف غنی کی ایک ویڈیو منظر عام پر آئی۔ اس ویڈیو سے لی گئی ایک تصویر میں ویڈیو کا پورا خلاصہ موجود ہے۔ جس سے کئی حقائق سے پردہ اٹھتا ہے۔ اس تصویر میں کابل انتظامیہ کے تمام اعلیٰ عہدیدار لائن میں کھڑے ہیں۔ جن کے درمیان سر جھکائے کھڑے اشرف غنی طالبان کے تین قیدی رہنماؤں کی رہائی کا اعلان کر رہے ہیں۔

جب طالبان نے اپنے تین رہنماؤں کی رہائی کی کوششیں تیز کیں تو میڈیا میں بھی یہ خبر لیک ہوگئی۔ کابل انتظامیہ نے اس بارے شدید ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ مذکورہ قیدیوں کی رہائی ہمارے لیے سرخ لکیر ہے، جسے ہم کسی صورت بھی عبور کرنا نہیں چاہتے۔ افغان ہونے کے ناطے اس ویڈیو میں اشرف غنی اور ان کی ٹیم کی غلامی کی آخری حد دیکھ کر مجھے افسوس ہوا۔ جس لہجے میں اشرف غنی میڈیا سے بات کرتے تھے، آج وہ لہجہ ماند پڑ گیا تھا۔ حتی کہ ان کے اور ان کی پوری ٹیم کی وہ مصنوعی مسکراہٹ بھی رخصت ہوچکی تھی، جو گاہے گاہے ان غلام چہروں پر نظر آتی تھی۔

طالبان کے تین ساتھیوں کی رہائی کا عمل مکمل ہوچکا ہے۔ انس حقانی طالبان کی سیاسی ٹیم کے ایک رکن کی حیثیت سے دوحا مذاکرات کے دوسرے مرحلے میں شرکت بھی کرچکے ہیں۔ پورے عمل نے لوگوں کو اس وجہ سے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اتنی بڑی تبدیلی کیسے آئی؟! اچانک کابل انتظامیہ کے عہدیدار اپنا فیصلہ تبدیل کر کے ایک لائن میں کھڑے ہوگئے۔ سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں؟ حالانکہ اس کے لیے ایک ترجمان یا کسی حکومتی وزیر کا اعلامیہ ہی کافی تھا، جس کے لیے خود اشرف غنی کو سامنے آنا پڑا۔

دوسروں کے ملامت کرنے سے انسان اتنا شرمندہ نہیں ہوتا، جتنا اس کا اپنا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت حال تھی۔ کابل انتظامیہ اپنے ان تمام دعوؤں سے اور فیصلوں کو اپنے ہاتھ سے ہوا میں اُڑا رہی تھی، جنہیں وہ سرخ لائن کہتی تھی۔ افغان قوم اشرف غنی سے بزبان حال یہ سوال کر رہی ہے کہ آپ تو راگ الاپتے رہے کہ میں ایک مستقل، خود مختار اور منتخب صدر ہوں۔ اگر آپ ایک قیدی کے بارے میں فیصلہ کرنے میں خود مختار نہیں تو پھر عوام آپ کے جھوٹے وعدوں پر کس طرح یقین کریں؟ آپ کے پانچ سالہ دور میں ملک جن سانحات سے دوچار ہوا، کیا ان کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی؟ آپ نے پانچ سالہ دور میں کسی مظلوم کے آنسو صاف کیے ہیں؟

آج جب حقیقت حال واضح ہوئی اور عوام کے سامنے آپ کی غلامی کا پردہ چاق ہوا تو ایک عام افغان شہری بھی یہ جان چکا ہے کہ آپ تو ببرک کارمل سے بھی بڑے کٹھ پتلی اور غلام ہیں۔ اتنی بے بسی کے باوجود ایک بار پھر صدارت کے خواب دیکھنا باعث شرم ہے۔ درحقیت تصویر نے سب کچھ واضح کر دیا۔ وہ تمام باتیں سچ ثابت ہوئیں کہ اشرف غنی امریکا کی ایک کٹھ پتلی اور اس کے غلام ہیں۔ کسی بھی بڑے فیصلے کا اختیار آپ کے پاس نہیں ہے۔ تمام اہم فیصلے امریکی سفارت خانے سے آتے ہیں۔

جنگی جرائم نومبر 2019

سید سعید

یکم نومبر 2019 کو امریکی فوج نے صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے میں ایک چھاپے کے دوران ایک خاتون کو شہید اور تین شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ 2 نومبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چاہی کے مضافات میں امریکی فوج نے چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے۔ لوگوں کو ہراساں کیا۔ چار افراد کو گرفتار کیا اور دو شہریوں کو شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے علاقے 'شہرہ راگی' میں امریکی اور افغان فورسز نے عام شہریوں کے گھروں پر چھاپہ مارا۔ ان کا قیمتی سامان چوری کیا اور محلے کے پیش امام سمیت تین طلباء کو شہید کر دیا۔ اگلے دن صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے چقماق میں افغان فوج کی بمباری سے ایک خاتون شہید ہوگئی۔ جب کہ صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک کے علاقے خواجہ خضر میں افغان فورسز کی گولہ باری سے ایک خاتون سمیت دو افراد شہید ہو گئے۔ اسی دن صوبہ پکتیا کے ضلع زازی اریوب میں امریکی فوج نے پہاڑی کنارے کے گاؤں پر ڈرون حملہ کیا، جس میں 6 شہری شہید ہو گئے۔

4 نومبر کو مشترکہ فوج نے صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے مکاؤ، سیکان اور کوٹ خیل پر چھاپہ مارا۔ گھروں اور مساجد پر بمباری کی گئی۔ لوگوں کی املاک ضبط کر لیں اور دو شہریوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ 6 نومبر کو افغان فورسز نے صوبہ بادغیس کے ضلع آب قمری کے علاقے مید قل میں ایک مکان پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں گھر کے سربراہ سمیت 9 خواتین اور بچے شہید ہو گئے۔ اگلے دن سفاک دشمن نے صوبہ اروزگان کے صدر مقام ترین کوٹ کے علاقے درویشان سوغر میں چھاپہ مارا۔ اس دوران دو شہریوں کو شہید، جب کہ دو خواتین سمیت تین افراد کو زخمی کر دیا۔

8 نومبر کو امریکی فوج نے صوبہ قندوز کے ضلع چہار درہ کے علاقے سرک بالا پر فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک خاتون سمیت چار شہری شہید ہو گئے۔ اسی دن 'کابل جلال آباد قومی شاہراہ' پر ضلع لغمان قرغوی کے علاقے عزیز خان کیچ میں امریکی فوج نے عام کاروں پر فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں تینوں کاریں جل گئیں اور پانچ شہری زخمی ہو گئے۔

10 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک میں امریکی فوج نے ایک دکان پر ڈرون حملہ کیا، جس میں چار نہتے افراد شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان کے گاؤں ذاکر خیل میں امریکی اور افغان فورسز نے چھاپے کے دوران لوگوں پر تشدد کیا۔ چار شہریوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ 13 نومبر کو امریکی فوج نے ہلمند کے ضلع مارجہ اور ضلع ناد علی کے درمیان صحرا کے علاقے میں مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں ایک شخص شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔ اسی طرح ضلع گریشک کے علاقے حاجی عبد العزیز پمپ میں ڈرون حملے میں عام گاڑی کو نشانہ بنایا گیا، جس سے دو شہری شہید ہو گئے۔

14 نومبر کو صوبہ سرپل کے ضلع سید آباد کے علاقے تخت میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران قیمتی چیزیں لوٹنے کے بعد دس شہریوں کو طالبان سے مبینہ تعلق کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین اور گریشک کے درمیان انجران کے علاقے میں امریکی فوج کے حملے میں دو عام

شہری شہید ہو گئے۔ وفاقی دارالحکومت کابل کے ضلع موسہی کے علاقے قلعہ عبدالرؤف میں افغان فورسز نے عام شہریوں پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں دو شہری شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

15 نومبر کو امریکی فوج نے صوبہ فراہ کے ضلع قلعہ گاہ کے گاؤں کوشی میں ٹریکٹر پر ڈرون حملہ کیا، جس سے ٹریکٹر تباہ اور ڈرائیور شہید ہو گیا۔ جب کہ 17 نومبر کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ موسیٰ کے علاقے وسطی میں ایک مقامی کلینک پر چھاپہ مارا۔ جس میں ایک زخمی اور ایک ڈاکٹر کو گرفتار کر لیا، جب کہ تین شہریوں کو زخمی کر دیا۔ اگلے دن صوبہ پکتیا کے ضلع زازی اریوب میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں تین نوجوان شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانی کے علاقے قلعہ سوری میں افغان فورسز کی گولہ باری کے نتیجے میں ایک بچے سمیت دو افراد شہید ہو گئے۔ جب کہ 20 نومبر کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ قندھار کے ضلع خاک ریز کے گاؤں لام اٹلی اور مکی میں چھاپوں کے دوران پانچ شہریوں کو شہید کر دیا۔ اسی طرح 22 نومبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سای میں افغان فورسز کی فائرنگ سے 5 شہری شہید ہو گئے۔

24 نومبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے ماری خیل میں افغان فوج نے چھاپے کے دوران ایک شہری کو شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ پروان کے ضلع بگرام کے گاؤں قلعہ جلی میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔ جب کہ صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں سفاک دشمن کے فوجی آپریشن کے دوران دو عام شہری شہید ہو گئے، جب کہ چھ شہریوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب کہ 25 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے مہتر کوڈلو میں امریکی فوج نے ایک مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو عام شہری شہید ہو گئے۔

26 نومبر کو صوبہ قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل میں امریکی اور افغان فورسز نے ایک چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید، ایک مسجد اور اس کے دو کمروں کو مسمار کر دیا۔ 26 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع غنتو کے علاقے پل فولاد میں امریکی فوج کی اندھا دھند فائرنگ سے دو شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ 28 نومبر کو امریکی فوج نے ایک مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو خواتین، ایک معصوم بچے سمیت پانچ افراد شہید ہو گئے۔ جب کہ سفاک دشمن نے صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر کے علاقے زنو میں چھاپہ مارا۔ جس میں ایک پیش امام شہید اور دو شہری گرفتار کر لیے گئے۔ اسی طرح صوبہ بدخشاں کے ضلع وردج کے علاقے برابرا میں افغان فورسز کی گولہ باری سے ایک مکان تباہ اور اس میں چار افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ امریکی فوج نے صوبہ پکتیکا کے مرکز میں عام گاڑی پر ڈرون پر حملہ کیا، جس میں ایک شخص شہید ہو گیا۔

29 نومبر کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ قندوز کے ضلع گل تیپہ کے علاقے چم تیپہ میں چھاپہ مارا۔ اس دوران 20 شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ اگلے دن مشترکہ دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع شیلگر کے علاقے زکوڑ میں ایک کلینک اور ایک مدرسے شمس العلوم پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کے کمرے مسمار کر دیے اور مقامی لوگوں کے گھروں سے نقد رقم اور قیمتی سامان لوٹ لیا۔ جب کہ صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے علاقے قرہ غویلی میں امریکی فوج کے فضائی حملے سے کچھ مکانات کو نقصان پہنچا۔

ذرائع: 'بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لر اوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔'

افغانستان نومبر 2019 میں

احمد فارسی

(یہ مضمون صرف ان واقعات پر مشتمل ہے، جن کا اعتراف دشمن نے بھی کیا ہے۔ جب کہ اس کے علاوہ دیگر واقعات، خاص طور پر افغان اور امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں بارے تفصیلی معلومات امارت سلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔ نومبر میں متعدد واقعات رونما ہوئے۔ خاص طور پر مسلح کارروائیاں عروج پر رہیں۔ اس مہینے دشمن کے متعدد مراکز پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری نقصان ہوا۔)

دشمن کے نقصانات:

نومبر میں حملہ آوروں کو نمایاں نقصان پہنچا۔ اس ماہ شائع ہونے والی رپورٹس کے مطابق 4 نومبر کو اروزگان کے مرکز ترین کوٹ میں ایک امریکی فوجی مارا گیا۔ 6 نومبر کو صوبہ لوگر میں افغان فوج پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 5 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 20 نومبر کو اسی صوبے میں امریکی چینوک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا، جس میں افغان کمانڈو سمیت متعدد امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔

کابل انتظامیہ کے نقصانات:

افغان فورسز کی ہلاکتوں میں روزانہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ 3 نومبر کو صوبہ میدان وردگ اور پکتیا میں اسپیشل فورس ڈویژن کے دو کمانڈر ہلاک ہوگئے۔ 5 نومبر کو اٹارنی جنرل کے دفتر نے اعلان کیا کہ گزشتہ مہینوں کے دوران اس ادارے کے 14 ججوں کو قتل کیا گیا ہے۔ اگلے روز صوبہ بلخ کے ضلع چہار بولک پولیس سربراہ مجاہدین کے ایک حملے میں مارا گیا۔ 7 نومبر کو صوبہ لوگر میں ڈسٹرکٹ اپیل کورٹ کے جج کو نشانہ بنایا گیا۔ 8 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ زابل کے ضلع اتغر پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ضلعی پولیس کمانڈر اپنے 20 اہل کاروں سمیت مارا گیا۔ 12 نومبر کو ننگرہار کے وسطی ضلع میں مجاہدین نے ایک افسر کی ہلاکت کی خبر شائع کی۔ 15 نومبر کو صوبہ تخار کے ضلع وردج کے پولیس کمانڈر طالبان کے ساتھ جھڑپ میں ہلاک ہو گیا۔ 18 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع رشیدان کے پولیس سربراہ کو مجاہدین نے قتل کر دیا۔ 26 نومبر کو صوبہ غزنی کا جج مارا گیا۔ 30 نومبر کو صوبہ ہلمند میں بریگیڈ کا کمانڈر ایک حملے میں مارا گیا۔

نہتے کے نقصانات:

دشمن اور کابل انتظامیہ کی مسلسل شکست کے بعد عام شہریوں پر تشدد اور ان کے نقصانات میں اضافہ ہوا ہے۔ ان مظالم کے سلسلے میں 4 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں سفاک دشمن نے عام شہریوں کے 80 مکانات مسمار کر دیے۔ اسی طرح ضلع چیک کے عوام نے کٹھ پتلی فورسز کی شکایت کی کہ وہ طلباء، اساتذہ اور عام لوگوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ 8 نومبر کو امریکی فوج نے جلال آباد-کابل قومی شاہراہ پر 5 مسافر گاڑیوں کو آگ لگا دی، جس میں متعدد افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ 11 نومبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع زازی اریوب میں ایک خاندان کے سات افراد شہید ہوگئے۔ 24 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں 17 شہری شہید ہوگئے، 30 نومبر کو صوبہ خوست کے وسطی ضلع میں حملہ آوروں کے حملے میں خواتین اور بچوں سمیت پانچ شہری شہید ہوگئے۔

الفتح آپریشن:

یکم نومبر کو سیگار نے ایک جاری بیان میں کہا کہ کابل فوج نے دفاعی پوزیشن اختیار کی ہے۔ ان کی ہلاکتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اگلے روز نام نہاد پارلیمنٹ کے ممبران نے کہا کہ عسکری حکام عوام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ 5 نومبر کو خوست شہر میں مجاہدین کے بم حملے میں کم از کم 7 کمانڈو ہلاک ہوگئے۔ 8 نومبر کو صوبہ زابل کے ضلع اتغر پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پولیس چیف اپنے 20

اہل کاروں سمیت مارا گیا۔ 9 نومبر کو قندھار کے ضلع ارغنداب میں انٹیلی جنس دفتر پر مجاہدین نے حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

14 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں دشمن کے سات مراکز فتح کرنے کی خبر شائع کی۔ 17 نومبر کو صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب پر مجاہدین نے بڑا حملہ کیا۔ اس دوران دشمن کے درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے۔ 19 نومبر کو صوبہ میدان وردگ اور غزنی میں مجاہدین نے زبردست حملے کیے، جن کے نتیجے میں کم از کم 25 فوجی ہلاک اور متعدد چیک پوسٹوں پر مجاہدین نے فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ 20 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں دشمن کا فوجی اڈہ فتح کیا۔ 28 نومبر کو صوبہ تخار کے ضلع درقد پر مجاہدین نے بڑا حملہ کیا، جس میں 30 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ان تمام واقعات کی مکمل رپورٹ امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

قیدیوں کا تبادلہ:

12 نومبر کو اشرف غنی نے کابل یونیورسٹی کے دو قیدی لیکچرر کے تبادلے میں امارت اسلامیہ کے تین رہنماؤں کو رہا کرنے کا اعلان کیا۔ جب کہ اس سے ایک روز قبل ایوان صدر کے ترجمان نے اعلان کیا تھا کہ ان تین رہنماؤں کی رہائی ان کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے اور نہ ہی وہ قیدیوں کو رہا کرنے کے لیے امریکا کا دباؤ قبول کریں گے۔ اس کے باوجود 18 نومبر کو طالبان قیدی رہنما رہائی کے بعد قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر پہنچ گئے۔ اگلے روز مجاہدین نے صوبہ زابل کے ضلع نوبہار میں کابل یونیورسٹی کے دو لیکچرر کو رہا کر کے ریڈ کراس کمیٹی کے حوالے کر دیا۔ امارت اسلامیہ نے ایک بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ اس تبادلے میں کابل انتظامیہ کا کوئی کردار نہیں ہے۔ یہ تبادلہ امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان براہ راست ہوا ہے۔

امریکی جنگی جنون پر امارت کا ردعمل:

11 نومبر کو امریکی فوج کے سربراہ جنرل مارک ملی نے کہا کہ امریکا چاہتا ہے اس کی افواج مزید چار سال تک افغانستان میں موجود رہیں۔ جس کے رد عمل میں امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ افغانستان میں حملہ آوروں کے قیام کا مطلب جنگ کا تسلسل ہے۔ جب تک اس ملک میں امریکی فوج کا ایک اہل کار موجود رہے گا، اس کے خلاف جہاد جاری رکھیں گے۔

مجرم امریکی فوجیوں کے لیے معافی:

16 نومبر کو امریکی میڈیا نے خبر شائع کی کہ صدر ٹرمپ نے ان دو فوجیوں کو معاف کر دیا ہے، جنہیں امریکی عدالتوں نے افغانستان میں عام شہریوں کے قتل عام کے جرم میں سزا سنائی تھی۔ ٹرمپ کے اس اقدام سے بیرونی آقاؤں کی نظر میں غلاموں کی قدر و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

حکومت مخالف رہنماؤں کا قتل:

کابل انتظامیہ کی جانب سے اپوزیشن رہنماؤں اور میڈیا پر اس کے خلاف حقائق بیان کرنے والے تجزیہ کاروں پر حملے اور ان کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ بڑھ گیا ہے۔ اس سلسلے میں 20 نومبر کو نامور لکھاری اور سیاسی تجزیہ کار احمد وحید مژدہ کو نامعلوم افراد نے کابل شہر میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔

کابل کی بدعنوان انتظامیہ:

6 نومبر کو نام نہاد پارلیمنٹ نے اعلان کیا کہ کابل انتظامیہ امن قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ دوسری جانب انسانی حقوق کے کمیشن نے اعلان کیا کہ جنسی تشدد کے واقعات کی تحقیقات مکمل کر کے جلد اس کا اعلان کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ نام نہاد صدارتی انتخابات کے دو ماہ گزر گئے، تاہم ابھی تک نتائج کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔

غلاموں کی رسوائی:

29 نومبر کو صدر ٹرمپ خفیہ اور اچانک بگرام میں امریکی فوجی اڈے پر آئے۔ ان کی آمد سے پہلے اشرف غنی کو بھی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ محض ان کی آمد سے کچھ دیر قبل انہیں اطلاع دی گئی۔ اشرف غنی کے ساتھ غلامانہ سلوک پر انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

ماہ نومبر 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	143	0	0	0	273	92	28	2	2	
2-	ہلمند	208	0	0	0	207	283	51	11	13	
3-	زابل	72	0	0	0	171	9	11	2	2	
4-	روزگان	54	0	3	0	75	7	6	1	1	
5-	ہرات	34	0	0	0	45	21	10	1	0	
6-	فراہ	44	0	0	0	34	20	4	1	0	
7-	بادغیس	20	0	0	0	25	28	5	0	1	
8-	نیمروز	20	0	0	0	20	11	5	0	3	
9-	غور	11	0	0	0	16	25	6	1	4	
10-	فاریاب	30	0	0	0	75	31	21	3	1	
11-	کونڑ	3	0	0	0	0	0	0	0	0	
12-	نورستان	0									
13-	غزنی	82	1	0	0	170	27	25	1	0	1
14-	خوست	35	0	0	0	59	25	4	0	0	
15-	میدان وردگ	52	0	0	0	70	9	14	0	0	
16-	لوگر	15	0	4	3	35	11	5	0	0	
17-	کاپیسا	21	0	0	0	24	18	1	0	0	
18-	پکتیا	43	0	0	0	70	21	5	1	1	
19-	پکتیکا	15	0	0	0	11	4	2	0	0	
20-	ننگرہار	23	0	0	0	22	26	6	0	0	
21-	لغمان	10	0	0	0	14	12	5	0	0	
22-	کابل	19	0	0	0	10	10	11	0	0	
23-	پروان	15	0	0	0	3	14	5	0	0	
24-	قندوز	27	0	0	0	74	56	4	0	0	
25-	بغلان	24	0	0	0	37	18	15	0	0	
26-	تخار	5	0	0	0	38	13	4	0	0	
27-	سمنگان	2	0	0	0	3	3	0	0	0	
28-	بدخشان	15	0	0	0	23	33	3	0	0	
29-	جوزجان	15	0	0	0	27	28	0	0	0	
30-	بلخ	69	0	0	0	94	72	6	0	0	
31-	بامیان	2	0	0	0	0	0	2	0	0	
32-	سرپل	8	0	0	0	4	4	1	2	0	
33-	دایکنڈی	6	0	0	0	22	8	0	0	0	
34-	پنجشیر	0									
مجموعہ		1142	1	7	3	1751	939	265	26	28	1

افغانستان کی مظلوم عوام آئے روز سی آئی اے اور ان کی مزدور ملیشیاء کی جانب سے ہونے والے مظالم کی عینی شاہد ہیں

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں